مولانا محمد یوسف لدھیانوی

شیخ عصر المجاہد فی سبیل اللہ

حق تعالیٰ کا نظامِ قدرت وحکمت بھی عجیب ہے: بعض حضرات بزم جہاں میں دیر سے آتے ہیں، مگر ان کو نسبت ''صدیقین اولین'' کے پہلو میں دی جاتی ہے۔ امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے:

''انہ سیکون فی آخر ھٰذہ الامۃ قوم لھم مثل اجرا ولھم، یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقاتلون اھل الفتن''۔ (مشکوٰۃ،ص:۵۸۴)

ترجمہ:...''اس امت کے آخر میں کچھ لوگ ہوں گے جن کو اجر، امت کے پہلوں کا سا دیا جائے گا۔ یہ لوگ ''معروف'' کا حکم کریں گے، برائیوں سے روکیں گے اور اہلِ فتنہ سے لڑیں گے''۔

یعنی ''المعروف'' کا حکم کرنا، ''المنکر'' سے روکتے رہنا اور فتنہ پردازوں سے برسرِ پیکار رہنا' یہی تین وصف ایسے ہیں جو پچھلوں کو پہلوں سے ملا دیتے ہیں۔ بلاشبہ علم وفضل، طہارت وتقویٰ، زہد وتقدس وغیرہ ایمانی وانسانی اوصاف بھی نہایت گرانقدر ہیں' مگر ان کے سارے اوصاف سے آدمی مقبولیت عنداللہ میں اپنے ہمعصروں سے آگے نکل سکتا ہے اور اپنے زمانہ کا مقتدا بن سکتا ہے' تاہم شمار اس کا اسی زمانے میں ہوگا جس میں وہ پیدا ہوا اور اس کا اجر وثواب اور درجات کا پیمانہ بھی اسی دور کے لحاظ سے متعین ہوگا...... لیکن جو چیز قرون متأخرہ کے افراد کو قرونِ اولیٰ کی شخصیت بنا دیتی ہے وہ صرف امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور اہل فتن سے جہاد ہے۔

المجاہد فی سبیل اللہ شیخ الامام السید مولانا محمد یوسف البنوری الحسینی بھی انہی ''الآخرون السابقون'' میں سے تھے' جنہیں بارشاد نبوی ''لھم مثل اجر اولھم'' کے شرف وافتخار سے نوازا گیا اور جن کی پوری زندگی ''اہلِ فتن'' سے جہاد و پیکار میں گذری۔

''فتنہ'' لغت میں سونے کو کٹھالی میں پگھلا کر، پرکھنے کو کہتے ہیں۔ قران وحدیث کی اصطلاح میں ''فتنہ'' ان آزمائشوں کا نام ہے جن میں ایمان کا ''زرِ خالص'' پرکھا جاتا ہے۔ اسی ضمن میں وہ بدعتیں، گمراہیاں اور جدت طرازیاں بھی آتی ہیں، جن کو اپنے دماغ سے گھڑ گھڑ کر کجرو لوگ دین کے نام سے پیش کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو ''اہلِ فتنہ'' کہا جاتا ہے اور انہی اہلِ فتنہ سے جہاد کی وہ فضیلت بیان فرمائی گئی ہے جسے اوپر نقل کر چکا ہوں۔

حق تعالیٰ نے زائغین کے برپا کردہ فتنوں کو ایمان کے جانچنے اور پرکھنے کی کسوٹی بنایا ہے، یعنی اسے ان فتنوں سے تنفر ہے یا ان کی طرف کشش؟ جس شخص کے دل میں ایمان جتنا قوی، جتنا مضبوط اور جتنا صحت مند ہوگا، اسے فتنوں سے اسی قدر نفرت اور بغض وعداوت ہوگی، اس کے برعکس جس کا ایمان جس قدر کمزور، زیغ آلود اور مریض ہوگا اسے فتنوں کی طرف اسی نسبت سے کشش ہوگی۔ صحیح مسلم میں حضرت حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد مروی ہے:

''تعرض الفتن علی القلوب کالحصیر عوداً عوداً، فای قلب اشربها نکتت فیه نکتة سوداء، وای قلب انکرها نکتت فیه نکتة بیضاء، حتّٰی تصیر علی قلبین، ابیض مثل الصفا فلا تضره فتنة مادامت السموٰت والارض. والآخر اسود مربادا کالکو محجنیًا لایعرف معروفاً ولا ینکر منکرًا الا ماشرب من هواه (مشکوٰۃ، ص:۴۶۱)

ترجمہ:... ''فتنے قلوب کے سامنے اس طرح آئیں گے جیسے چٹائی میں ایک تنکا بنا جاتا ہے، سو جس دل نے ان کو جذب کرلیا اس پر سیاہ داغ اور جس دل نے ان سے تنفر کیا، اس پر سفید نشان لگتا جائے گا، یہاں تک کہ دلوں کی دو قسمیں ہو جائیں گی، ایک سفید، سنگِ سفید کی طرح صاف، ستھرا اور چکنا کہ رہتی دنیا تک اسے کوئی فتنہ نقصان نہیں دے گا۔ دوسرا کالا بھجنگ، کوزہ کی مانند الٹا، یہ سوائے اپنی خواہش کے جو اس میں رچ بس گئی ہے، نہ کسی بھلائی کو بھلائی سمجھے گا، نہ بدی کو بدی''۔

اس حدیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ فتنے ایمان کی صحت ومرض کے لئے مقیاس اور کسوٹی ہیں، جن قلوب میں فتنوں سے مقابلہ کی تب وتاب ہو، وہ ''صحت مند'' کہلائیں گے اور جن میں فتنوں سے مصالحت کی استعداد ہو، وہ ''مریض الایمان'' ہوں گے اور مرض بڑھ جانے کی صورت میں یہ لوگ ایمان سے محروم ہو جائیں گے۔

اہلِ فتنہ سے قتال ''ایمان'' کا بلند ترین مرتبہ ہے اور اس جہاد وقتال کے لئے چند اوصاف اور صلاحیتیں درکار ہیں:

اول: سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے، میں اس کا نام ”ایمانی حس“ رکھوں گا اور یہ وہی چیز ہے جس کی طرف اوپر کی حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے، یعنی جس طرح ہم آنکھ سے دیکھنے کا، کانوں سے سننے کا، زبان سے چکھنے کا کام لیتے ہیں، اسی طرح مومن کے دل میں ایک ”ایمانی حاسہ“ ہونا چاہئے جو فتنہ کی بو سونگھنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور ہر فتنہ کے رنگ و روغن کی تہہ میں چھپی ہوئی اصل حقیقت کو پہچان سکتا ہو۔ اگر یہ ”ایمانی حس“ موجود نہیں اور اس کے گرد و پیش فتنے منڈلاتے ہیں، مگر اسے کوئی احساس نہیں، تو سمجھنا چاہئے کہ اس کا ایمان تندرست نہیں، بیمار ہے۔

دوسری چیز ”ایمانی غیرت“ ہے جس کے لئے فتنہ کی ناپاک بدبو ناقابل برداشت ہو اور وہ بے قرار ہو کر پکار اٹھے۔

”اینقص فی الدین وانا حی“

ترجمہ:... ”کیا میرے جیتے جی دین میں قطع و برید کی جائے گی۔“

(یہ امت کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے صدیق کا جملہ ہے، جو ان سے بے تابی کی اس حالت میں صادر ہوا تھا، جب فاروق اعظم نے مانعینِ زکوٰۃ کے بارے میں ان سے نرم روی کی فرمائش کی تھی۔ رضی اللہ عنہما) مومن میں اتنی غیرت ضرور ہونی چاہئے کہ وہ دین کو بگڑتا ہوا دیکھ کر بے تاب ہو جائے اور فتنہ کی سرکوبی کے لئے جو کچھ اس سے بن پڑتا ہو، اسے کرگزرنے کے لئے آمادہ ہو جائے۔

تیسری چیز ”بسالت و شجاعت“ ہے جو ایمانی غیرت کا مرکب بن کر آتشِ نمرود میں کود پڑے اور وہ وقت کے کسی بڑے سے بڑے فرعون و شداد کو خاطر میں نہ لائے۔

چوتھی چیز ”علم و فضل“ کا ساز و سامان اور اسلحہ ہے، جس کے بغیر کوئی جنگ نہیں لڑی جاسکتی۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبقریت سے کون ناواقف ہے؟ مگر یہ کم لوگ جانتے ہوں گے کہ اس دور کے ابوالفضل اور فیضی بھی آپ کے علم و فضل کا لوہا مانتے تھے۔

پانچویں اور آخری چیز حق تعالیٰ سے قلبی تعلق، اپنے ضعف و ناتوانی پر نظر اور بارگاہ خداوندی سے پیہم التجا ہے۔ بہت سے لوگ صرف قلمی گھوڑے دوڑانے اور بازاروں میں نعرے لگانے کو فتح و کامیابی کا نشان سمجھتے ہیں۔ جبکہ ان کا رشتۂ قلب بارگاہِ صمدیت سے پیوستہ نہیں ہوتا اور قرآن کریم کا اعلان بے نیازی:

”ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم، وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ، وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون“. (آل عمران: ۱۶۰)

ترجمہ:... ”اگر اللہ تم کو مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہوگا اور جو وہ چھوڑ دے گا پھر کون ہے کہ تمہاری

مدد کرے گا اس کے بعد؟ اور اللہ پر بھروسہ چاہیئے مسلمانوں کو"۔ (شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ)

ان کی نظر سے اوجھل رہتا ہے، نتیجہ یہ کہ وہ بزعم خود فتنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے خود فتنوں کا شکار ہوجاتے ہیں، اور ان کی تمام مساعی شہرت ونمود کے گرد چکر لاتی ہیں۔

حضرت قدس سرہ کو حق تعالیٰ نے ان تمام اوصاف سے مزین فرمایا تھا، جو فتنوں کے سامنے سینہ سپر ہونے کے لئے درکار ہیں۔ ان کی "ایمانی حس" اتنی تیز تھی کہ نہ صرف دور سے فتنہ کو محسوس کرلیتی' بلکہ اس کی باریک سے باریک رگوں کو بھی ٹٹول لیتی۔ "ایمانی غیرت" ایسی پرجوش تھی کہ انہیں ہمہ دم فتنوں کے خلاف بے قرار اور آتش زیرپا رکھتی۔ شجاعت وجرأت ایسی تھی کہ بڑے بڑے فراعنہ سے ٹکرا دیتی، علم وفضل، فہم وفراست، عقل وتدبر اور سیادت ووجاہت میں آپ کی برتری عرب وعجم میں مسلم تھی اور حق تعالیٰ شانہ سے رشتہ قلب ایسا قوی، مضبوط اور استوار تھا کہ آسمان سے رحمت الٰہی کو کھینچ لاتا تھا۔ وہ ہر کام سے پہلے خدا تعالیٰ سے اتنی دعائیں، اتنی التجائیں، اتنے استخارے کرتے اور نالہائے نیم شبی میں اتنی سسکیاں بھرتے کہ مالک رؤف رحیم کو ان پر ترس آجاتا، وہ جب بھی میدانِ جہاد میں اترتے تو اسی کی رضا کے لئے اور اسی کے بھروسے پر...... پھر ان کا قلبی تعلق مرکزِ تجلیات الٰہی، کعبہ مشرفہ اور معدن انوارِ نبوت روضۂ مطہرہ سے ہمیشہ پیوستہ رہتا' اس کے ساتھ ساتھ تمام اربابِ قلوب سے جو ان کے علم میں تھے، ہمیشہ ربط وتعلق رہتا اور ان سے بھی دعاؤں اور التجاؤں کی مسلسل استدعائیں ہوتی رہتیں۔

آیئے! اب ذرا دیکھیں کہ مسلسل نصف صدی تک یہ مردِ مجاہد فی سبیل اللہ کن کن فتنوں سے نبرد آزما رہا۔

فتنۂ قادیاں

آنحضرت ﷺ نے جہاں اور فتنوں کے ظہور کی پیشگوئی فرمائی' وہاں جھوٹی مدعیان نبوت کے خروج کی بھی اطلاع دی تھی' جھوٹے مدعیانِ نبوت سے مقابلہ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا اور "حدیقۃ الموت" میں مسلیمۂ کذاب کو اس کی نبوت وامّت سمیت دفن کیا۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی یہ پیش گوئی سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت پر صادق آئی:

"یایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی ا للہ بقوم یحبھم ویحبونہ' اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکفرین، یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم' ذلک فضل ا للہ یؤتیہ من یشاء' وا للہ واسع علیم"۔ (المائدہ: ۵۴)

ترجمہ:... "اے ایمان والو! جو کوئی تم میں پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ آگے لائے گا ایک لوگ کہ ان کو

چاہتا ہے، وہ اس کو چاہتے ہیں، نرم دل ہیں مسلمانوں پر، زبردست ہیں کافروں پر، لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے۔ یہ فضل ہے اللہ کا، دے گا جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے۔ خبردار''۔ (شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ)

دورِ مابعد میں جب بھی امت میں نبوت کاذبہ کا دجالی فتنہ اٹھا، حق تعالیٰ نے اس کی سرکوبی کے لئے ایسے رجال کار کو کھڑا کیا جن میں یہی صدیقی نسبت کارفرما تھی اور جو یحبھم ویحبونہ الخ کے مصداق تھے۔ اسی سنتِ الٰہی کے مطابق جب مرزا قادیانی (اللعین بن اللعین) کی نبوتِ کاذبہ کا فتنہ اٹھا (جو اس صدی کا سب سے منحوس وملعون فتنہ تھا) تو اس شجرۂ خبیثہ کے استیصال کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ علماء ومشائخ کی ایک جماعت کو آگے لائے۔

اس فتنہ کا ادراک سب سے پہلے سید الطائفہ قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو ہوا' اور منکرین ختم نبوت کے خلاف کفر کا فتویٰ سب سے پہلے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند نے ''تحذیر الناس'' میں دیا۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ:

''ہر عارف کو اس کے علوم ومعارف کی ترجمانی کے لئے ایک لسان عطا کی جاتی ہے' جیسا کہ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی لسان مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور پھر فرماتے تھے کہ ''میری لسان مولانا محمد قاسم ہیں، جو علوم میرے قلب پر وارد ہوتے ہیں' مولانا محمد قاسم ان کو کھول کھول کر بیان فرمادیتے ہیں''۔

اس لئے کہنا چاہئے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلبِ صافی کا پرتو تھا۔ اس طرح ''فتنہ قادیانیت'' کی تردید کی تحریک کا آغاز حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی ''لسانِ علوم ومعارف'' حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھوں سے ہوا اور ان کے بعد ان کے جانشینوں نے اس تحریک کو مسلسل جاری رکھا۔ اس فتنہ کے استیصال کے لئے یوں تو بہت سے اکابر نے زریں خدمات انجام دیں (جن کی تفصیل کے لئے دوسری فرصت درکار ہے) لیکن جس شخصیت کو اس دور کی قیادت و امامت تفویض ہوئی اور جسے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں ''واسطۃ العقد'' کہنا چاہئے، وہ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قادیانی فتنہ نے کس قدر بے قرار کررکھا تھا؟ بہتر ہوگا کہ ہم یہ روئیدادِ غم حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنیں:

''امت کے جن اکابر نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے محنتیں کی ہیں' ان میں سب سے امتیازی شان حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی رحمہ اللہ کو حاصل تھی' اور دارالعلوم دیوبند کا پورا اسلامی اور دینی

مرکز انہی کے انفاسِ مبارکہ سے اس شجرۂ خبیثہ کی جڑوں کو کاٹنے میں مصروف رہا۔ قادیانیوں کے شیطانی وساوس اور زندیقانہ دسائس کا امام العصر رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح تجزیہ کرکے ان پر تنقید کی، اس کی نظیر عالمِ اسلام میں نہیں ملتی۔ حضرت مرحوم نے خود بھی گرانقدر علوم وحقائق سے لبریز تصانیف رقم فرمائیں اور اپنے تلامذہ مدرسین دیوبند سے بھی کتابیں لکھوائیں اور ان کی پوری نگرانی واعانت فرماتے رہے۔ میں نے خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ ''جب یہ فتنہ کھڑا ہوا تو چھ ماہ تک مجھے نیند نہیں آئی اور یہ خطرہ لاحق ہوگیا کہ کہیں دینِ محمدی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کے زوال کا باعث یہ فتنہ نہ بن جائے۔'' فرمایا ''چھ ماہ کے بعد دل مطمئن ہوگیا کہ انشاء اللہ دین باقی رہے گا اور یہ فتنہ مضمحل ہوجائے گا۔''

''میں نے اپنی زندگی میں کسی بزرگ اور عالم کو اتنا دردمند نہیں دیکھا جتنا کہ حضرت امام العصر کو، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دل میں ایک زخم ہوگیا ہے، جس سے ہر وقت خون ٹپکتا رہتا ہے۔ جب مرزا کا نام لیتے تو فرمایا کرتے تھے: ''لعین بن اللعین لعین قادیاں'' اور آواز میں ایک عجیب درد کی کیفیت محسوس ہوتی تھی۔ فرماتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ: یہ گالیاں دیتا ہے، فرمایا کہ: ہم اپنی نسل کے سامنے اپنے اندرونی دردِ دل کا اظہار کیسے کریں؟ ہم اس طرح قلبی نفرت اور غیظ وغضب کے اظہار پر مجبور ہیں۔''(۱)

قادیانیت کے خلاف یہی درد وسوز، یہی بے چینی وبے قراری اور یہی غیظ وغضب حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ انور رحمۃ اللہ علیہ سے وراثت میں ملا تھا۔ اس شعلہ افشاں نفرت وبیزاری کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔ ''نفحۃ العنبر'' میں لکھتے ہیں:

''فبدت فی ھذہ الایام فتنۃ کبریٰ تدع الارض بلاقع، الا وھی الفتنۃ الکارثۃ التی تسمی بالفتنۃ القادیانیۃ والطائفۃ المرزائیۃ تعزی الیٰ زعیمھا الضال المضل المرزا غلام احمد القادیانی الھندی، وقد وصل الی امہ الھاویہ، نار حامیہ، فکان عتلاً زنیماً، مقدیاً اثیماً، اخراً وقاحا، اذاع فی اذنابہ کفراً بواحاً' وضلاً لاصراحاً، لم یغادر شیئًا من شعائر الاسلام الا ازعجہ وابطلہ' ونحن نذکر نبذا من احوال ھذہ الفتنۃ المارقۃ من الدین الباغیۃ علی اللہ ورسولہ وسائر المسلمین'' الخ (ص:۱۹۵طبع جدید)

حضرت فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے وطن پشاور تشریف لائے تو وہاں کے سرکاری حلقوں اور انگریزی خواں نوجوانوں میں قادیانیت کا خاصا اثر ورسوخ تھا' وہ کھلم کھلا قادیانیت کی تبلیغ کرتے اور ''یوم النبی'' کے نام پر جلسۂ عام بھی کرتے۔ مرزائیوں کی یہ کھلے عام مرتدانہ سرگرمیاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایمانی غیرت

(۱)...... پیش لفظ مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ: خاتم النبیین (فارسی، اردو ایڈیشن) صفحہ ۲۴، شائع کردہ مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان۔

کے لئے چیلنج کی حیثیت رکھتی تھی اوران کا انسداد ضروری تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ: قادیانیوں نے حسبِ عادت ''یوم النبی'' کا اعلان کیا اوراس کے اشتہار لگائے، میں نے اور میرے رفیق مولانا لطف اللہ نے باہم مشورہ کیا کہ قادیانیوں کی اس جرأت کا سدّ باب ہونا چاہئے' چنانچہ ہم نے طے کرلیا کہ یہ جلسہ نہ ہونے دیا جائے گا' جلسہ کی تاریخ آئی اور قادیانیوں نے مقررہ جگہ پر جلسہ کے انتظامات کے بعد کارروائی شروع کی تو ہم لوگ بھی اسٹیج پر پہنچ گئے۔ قادیانیوں کی طرف سے جلسہ کے صدر کا نام تجویز ہوا تو میں نے فوراً اٹھ کر اعلان کردیا کہ یہ جلسہ مسلمانوں کا ہوگا اور میں جلسہ کی صدارت کے لئے فلاں صاحب کا نام پیش کرتا ہوں، اس اعلان کا جو نتیجہ ہونا چاہئے تھا' وہی ہوا، ایک ہنگامہ مچ گیا، ہماری اور قادیانیوں کی ہاتھا پائی ہوئی' بالآخر حریف پسپا ہونے پر مجبور ہوگیا' ہنگامہ کا سن کر پورا شہر ٹوٹ پڑا۔ میں نے ختم نبوت پر تقریر کی۔ قادیانیوں کی مکاری سے لوگوں کو آگاہ کیا' قادیانی ذلت ورسوائی کے ساتھ بھاگ گئے اور آئندہ ان کو کبھی کھلے بندوں جلسہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قادیانیت سے پہلا معرکہ تھا' جس میں آپ کو کامیابی اور قادیانیوں کو ذلت وشکست ہوئی۔ دیکھنے میں یہ ایک معمولی واقعہ ہے' لیکن جس بھیانک دور میں آپ نے ایمانی غیرت وحمیت اور جرأت وعزیمت کا یہ مظاہرہ کیا، اگر وہ پیشِ نظر ہو تو اسے فوق العادت کارنامہ تصور کیا جائے گا اور پھر آپ کے اس عملی اقدام کے جو نتائج سامنے آئے' وہ شاید ہزاروں روپے کا لٹریچر تقسیم کرنے پر بھی رونما نہ ہوتے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات (۳ صفر ۱۳۵۲ھ) کے بعد آپ ''جامعہ اسلامیہ ڈابھیل'' سے منسلک ہوگئے' جو آپ کے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار تھی' اور وہاں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم وانفاس کی تشریح واشاعت میں مشغول ہوگئے' سب سے پہلے عربی میں اپنے شیخ کی ایک بلند پایہ سوانح ''نفحۃ العنبر فی ھدی الشیخ الانور'' مرتب کی، تذکرہ شیخ انور رحمۃ اللہ علیہ کا ہو اور قلم ان کے جانشین بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا:

''ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا''

یہ کیسے ممکن تھا کہ شیخ انور رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ردِّ مرزائیت کے بغیر رہ جائے' چنانچہ اس میں ایک اہم باب ''الشیخ والفتنہ المرزائیہ'' کے عنوان سے تحریر فرمایا' جس میں قادیانیت کے دجل وتلبیس کا تذکرہ فرمایا اوراس کے ردوابطال میں علمائے امت' خصوصاً شیخ انور رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں کی وضاحت فرمائی۔ قادیانی فتنہ کے خلاف شیخ انور رحمۃ اللہ علیہ کی صدائے اسرافیل نے بحرِ محیط کے ساحل سے افغانستان تک مردہ دلوں کو کس طرح جگایا؟ اوراس کی گونج' عراق، شام، مصر، حجاز وغیرہ عالمِ اسلامی میں کس طرح سنی گئی؟ اس کا تذکرہ کرنے کے بعد شیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''وھذا الذی تری الیوم فی ارجاء الھند من تاسیس لجنات وانعقاد

اجتماعات حافلة، واجراء الجرائد والمجلات لحسم عروق هذه الفتنة المتاصلة، لاسيما مساعی "جمیعة الاحرار" ورئیس شعبة تبلیغها المجاهد الباسل، غشمشم الامة، خطیب القوم، مولانا عطاء الله شاه البخاری اطال الله بقاءه، وزادهمته، واخلاصه، کل ذالک من مآثره السنیة الباقیة علی صفحات الدهر وسنته الحسنة السائرة بین المسلمین". (۱)

ترجمہ:... "اور آج جو تم دیکھ رہے ہو کہ اس فتنہ کی جڑیں کھودنے کے لئے ہندوستان کے گوشے گوشے میں جماعتیں بن رہی ہیں، جلسے ہو رہے ہیں، اخبارات و رسائل نکل رہے ہیں، خصوصاً مجلسِ احرار اور اس کے شعبہ تبلیغ کے صدر، مجاہد، بہادر، شیرِ امت، خطیب قوم مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے اور ان کی ہمت و اخلاص میں ترقی فرمائے، کی مساعی یہ سب آپ کے (شیخ انور رحمۃ اللہ علیہ کے) تابناک مآثر ہیں، جس کا نقشِ دوام، صفحاتِ زمانہ پر باقی رہے گا اور یہ آپ کی سنت حسنہ ہے جو مسلمانوں میں جاری و ساری ہے"۔

۱۹۳۷ء میں آپ "مجلسِ علمی ڈابھیل" کی کتابوں کی طباعت کے سلسلہ میں مصر تشریف لے گئے، وہاں کے اکابر علماء سے تعلقات استوار کئے، علمائے دیوبند کے تعارف پر وہاں کے مجلّات پر گرانقدر مقالے شائع کئے، مگر اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اپنے شیخ انور رحمۃ اللہ علیہ کے مشن "رد قادیانیت" کو وہاں بھی فراموش نہیں کیا، وہاں کے تمام علماء و مشائخ کو قادیانیت کے خلاف جہاد کے لئے تیار کیا، ان سے قادیانیت پر رسالے اور مقالے لکھوائے، اور انہیں اس موضوع پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لعل و جواہر سے آگاہ کیا۔ علامہ محمد زاہد الکوثری جنہیں مصر کی علمی فضاء میں وہی بلند پروازی حاصل تھی جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہندوستان میں، انہوں نے ایک مقالہ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر رقم فرمایا جو "مقالات کوثری" میں شامل ہے۔ وہ اس میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "عقیدۃ الاسلام" کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں:

"وفی عقیدة الاسلام فی حیاة عیسیٰ علیه السلام لمولانا الحبر الکشمیری بسط القول فی وجوه دلالة الکتاب علیٰ ماعلیه اصل الحق، فلیراجعها من شاء الأستزادة"

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"بل لمولانا المحدث الکشمیری "کتاب التصریح بما تواتر فی نزول المسیح یسوق فیه سبعین حدیثا تدل علی نزوله علیه السلام"

(مقالات کوثری، ص:۳۵۵)

(۱)...... نفحۃ العنبر فی ہدی الشیخ الانور۔ ص:۲۰۱، طبع جدید مجلس علمی کراچی۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''اعلیٰ اللہ سبحانه منزلة العلامة فقيه الاسلام المحدث الحجاج الشيخ محمد انور الكشميری فی غرف الجنان، وكافأه مكافأة الذابين عن حريم دين الاسلام، فانه قمع القاديانية بحججه الدامغة، وحال دون استفحال شر معتدليهم ومتطر فيهم بالهند كتب ممتعة فی الرد عليهم بلغان شتّی، وحقق فی كتابه ''اكفار الملحدين'' امر اكفار هؤلاء وامثالهم'' (ص:۳۵۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تینوں تصانیف ''عقيدة الاسلام'' التصريح بما تواتر فی نزول المسيح اور ''اكفار الملحدين'') مطالعہ کی تھیں۔ نیز یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے مصر میں اس سلسلہ میں کن کن حضرات سے ملاقات کی ہوگی اور انہیں فتنہ قادیانیت سے آگاہ کیا ہوگا، بلاشبہ یہ حضرت بنوری قدس سرہ کی قادیانیت کے خلاف عظیم الشان مہم تھی، جس میں انہیں زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۵۱ء میں پاکستان تشریف لے آئے اور دارالعلوم ٹنڈو الہ یار میں حدیث وتفسیر کی تدریس کے فرائض انجام دینے لگے۔ اسی دوران ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت چلی تو یہ شیخ وقت فوراً میدان عمل میں آ گیا اور ظفر اللہ قادیانی کی وزارت خارجہ کے خلاف احتجاجی جلسوں اور جلوسوں کی قیادت کرنے لگے، یہ تحریک اگرچہ اپنے تمام مطالبات میں کامیاب نہیں ہوئی، تاہم کون نہیں جانتا کہ یہی تحریک ظفر اللہ خان کی وزارت خارجہ کے ساتھ خواجہ ناظم الدین کی وزارت عظمیٰ کو بھی بہا کر لے گئی۔ تحریکِ ختمِ نبوت میں آپ کی شمولیت کا یہ تجربہ دراصل مستقبل کی تیاری کا پیش خیمہ تھا۔

۱۹۵۴ء میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ مستقل طور پر کراچی میں آ گئے، کراچی میں آپ کے قیام میں حق تعالیٰ کی جو تکوینی مصلحتیں تھیں، ان کی تفصیلات کا احاطہ کون کر سکتا ہے؟ مگر خیال ہوتا ہے کہ قدرت آپ کو کراچی کے مرکز میں لا کر ''تحریک ختم نبوت'' کی قیادت آپ کے سپرد کر رہی تھی۔ آپ یہاں تشریف لائے تو رفتہ رفتہ آپ کی سیادت ومحبوبیت کا نقش دلوں پر ثبت ہونے لگا اور اندرون وبیرون ملک ہر طبقہ کے لوگوں سے آپ کے تعلقات وسیع ہوتے گئے اور آپ کو ہر بڑے چھوٹے سے ملنے، ہر ایک کو پڑھنے اور سمجھنے اور ہر ایک کی صلاحیت کے مطابق اس سے کام لینے کا موقع ملا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام نہ ڈابھیل کے دور افتادہ خطے میں میسر آ سکتا تھا، نہ ٹنڈو الہ یار کے قصبے میں اور نہ ''لال جیوہ'' کے ویرانے میں، کراچی لا کر گویا قدرت نے ولقد مكنا ليوسف فی

رض کا نقشہ لوگوں کو ایک بار پھر دکھایا اور حدیثِ نبوی ثم یوضع لہ القبول فی الارض کا سماں پھر آنکھوں کے سامنے آ گیا۔

میں سوچتا ہوں تو حیرت میں ڈوب جاتا ہوں کہ یہ بوریہ نشین مردِ درویش جس کی نہ کوئی پارٹی ہے، نہ تنظیم، نہ تحریک، نہ نعرہ، نہ اخبار، نہ رسالہ،(۱) نہ اشتہار نہ دربار' نہ اسباب' نہ وسائل، شہرت ونمود کا کوئی ذریعہ اس کے پاس نہیں' مگر اس کی مقناطیسی کشش کا یہ عالم ہے کہ ہر سطح اور ہر طبقہ کے لوگ اس کی طرف کھچے چلے آ رہے ہیں، سیکریٹریٹ سے لے کر عام لوگوں تک سے اس کا گہرا رابطہ ہے' یہ عرب وعجم کے دل کی دھڑکن بنا ہوا ہے اور اس کی آتش دروں اور حرارتِ قلب سے بے شمار قلوب کو گرما رہا ہے اور جدھر کو نکلتا ہے سیادت ووجاہت اس کے جلو میں چلتی ہے، شیخ آدم بنوری الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند کو قدرت یہ ساری دولتیں اسباب ووسائل کے بغیر عطا کر رہی تھی، کیوں؟ اس لئے کہ اس صدی کے سب سے بڑے فتنہ، فتنۂ قادیانیت کے استیصال کا وہ عظیم الشان کام اس سے لیا جانا ہے جو مجددین اور صدیقین سے لیا جاتا ہے' یہ ساری وہبی نوازشیں اسی کی تمہید ہیں۔

یاد آیا کہ ایک بار راقم الحروف نے حضرت سے عرض کیا کہ: ''حضرت! جس طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اکبری فتنہ'' کے خلاف انقلاب برپا کرنے کے لئے حکومت کے اعلیٰ ترین اہلِ مناصب کو کام کیا تھا، آج بھی اسی نہج پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔'' یہ سن کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جی ہاں! بالکل صحیح ہے، حضرت مجدد صرف دین کے مجدد نہیں تھے' بلکہ طریقۂ تجدید کے بھی مجدد تھے۔''

اس وقت اس ناکارہ کو یہ احساس نہیں تھا کہ اس دور کے فتنۂ عظیم کے خلاف، جس کی جڑیں حکومت میں اکبری دور کے ابوالفضل اور فیضی سے زیادہ گہری تھیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بھی قدرت امام ربانی کے نقشِ قدم پر چلا رہی ہے اور حق تعالیٰ اس ملک کے صالح قلوب کو آپ کی طرف از خود متوجہ فرما رہے ہیں۔

بہرحال اس دور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ''عقیدۂ ختم نبوت'' کی حفاظت کے لئے خاموشی سے کام شروع کر دیا اور اس کے لئے تین میدان منتخب فرمائے۔

اول: اندرون ملک ہر طبقہ کے وہ سعید قلوب جو اس مقصد کے لئے مؤثر اور کارآمد ہو سکتے ہیں، آپ نے انہیں تلاش کر کر کے جوڑنا اور قادیانیت کے خلاف انہیں منظم اور بیدار کرنا شروع کیا' ان میں علماء بھی تھے، طلباء بھی، کاروباری بھی تھے اور سرکاری ملازمین بھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم تھا کہ ملک میں ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' اس فتنہ کے خلاف منظم طور پر پوری

(۱)...... ''بینات'' بہت بعد کو نکلا اور پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت ''بینات'' کی رہینِ منت نہ تھی، نہ آپ نے کبھی اسے اپنی یا اپنے مدرسہ کی تشہیر کا ذریعہ بنایا۔

یکسوئی، تندہی اور جانفشانی سے کام کررہی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بھی سرپرستی شروع کردی اور ہر ممکن طریقہ سے اس کی اعانت ونصرت فرمائی، مجھے یاد ہے کہ ان دنوں ’’مجلس تحفظ ختم نبوت‘‘ کے زعیم حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (جو امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذِ رشید اور خطیب العصر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ راست اور جانشین تھے) حضرت کی خدمت میں کراچی حاضر ہوتے، کئی کئی دن قیام رہتا، گھنٹوں حضرت سے تنہائی میں مشورے کرتے۔ راقم الحروف ایک بار کراچی سے پنجاب گیا، مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و ملاقات میسر آئی، موصوف نے علیک سلیک کے بعد پہلا سوال اپنے مخصوص پنجابی انداز میں یہ فرمایا: ’’سنا پھیر میرے شیخ دا کی حال اے‘‘ اور ’’میرے شیخ‘‘ کا لفظ جس عظمت ومحبت کے لہجے میں ادا فرمایا اس کی حلاوت وشیرینی کا لطف کاغذ پر کیسے منتقل کردیا جائے؟

الغرض حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے خاموشی سے ان تمام حضرات کو اپنے ساتھ وابستہ کر رکھا تھا جو اس فتنہ کی سرکوبی میں کوئی موثر کردار ادا کرسکتے تھے اور کسی کو کچھ خبر نہیں تھی کہ یہ مرد مجاہد ختم نبوت کا قلعہ تعمیر کرنے کے لئے کہاں کہاں سے اینٹ مصالحہ ڈھونڈ کرلا رہا ہے:

دوم: قادیانی مسئلہ صرف پاکستان کا نہیں، بلکہ خود اسلام کا مسئلہ تھا، اس لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے عالمِ اسلام کے تمام اکابر علماء سے بھی رابطہ رکھا، انہیں قادیانی سازشوں کی تفصیلات سے مسلسل آگاہ کرتے رہے، ان کے گھناؤنے عقائد ونظریات کے علاوہ ان کی مسلم کش پالیسیوں سے انہیں چوکنا کرتے رہے اور اس رابطہ کے تین ذرائع تھے، اول یہ کہ باہر سے علماء کے جو وفود پاکستان آتے، نیو ٹاؤن میں ان کی تشریف آوری ہوتی، دوسرے حضرت بھی بین الاقوامی اسلامی کانفرنسوں میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے، تیسرے سال میں کم از کم دوبار حرمین شریفین میں حاضری ہوتی۔ جہاں عالم اسلام کا دل ودماغ سمٹ آتا ہے۔ ان تمام مواقع میں جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت ومحبت کا نقش عالمِ اسلام کے قلب پر مرتسم ہوتا، وہاں قادیانیت سے نفرت وبیزاری کی تحریک کو بھی انگیخت ہوتی، ربیع الاول ۱۳۹۴ھ۔ اپریل ۱۹۷۴ء میں مکہ مکرمہ میں ’’رابطۂ عالم اسلامی‘‘ کی کانفرنس میں دنیا بھر کی ۱۴۴ تنظیموں کے نمائندوں نے جو قرارداد متفقہ طور پر منظور کی تھی۔ (۱) کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کسی جانشین مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی محنتوں کے بغیر یہ سب کچھ ہوگیا تھا؟

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ جہاں دنیا بھر کے علماء ومشائخ واعیان واکابر سے رابطہ قائم کئے ہوئے انہیں قادیانی فتنہ کی سنگینی سے مسلسل آگاہ کررہے تھے، وہاں اربابِ قلوب اور اصحابِ باطن سے بھی رابطہ استوار تھا، اور انہیں بھی اس سلسلہ میں ’’صرف ہمت‘‘ اور دعاء والتجاء کی طرف متوجہ رکھتے تھے۔

(۱)......اس قرارداد کا متن ضمیمہ میں دیکھئے۔

سوم: تیسرا اور آخری کام جو آپ نے کیا وہ عالمِ اسلام کے اربابِ اقتدار (جن میں ملکوں کے سربراہ اور وزراء، سفراء سبھی شامل تھے) سے رابطہ قائم کرنا اور انہیں قادیانی فتنہ سے باخبر رکھنا تھا۔ عرب ممالک کے جو سفراء ہمارے ملک میں وقتاً فوقتاً تعینات ہوتے رہے، ان میں سے اکثر وبیشتر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شناسا بلکہ قدردان محبّ تھے۔ اسلامی ممالک کے امراء ووزراء سے بھی اچھا تعارف تھا، خصوصاً پاسبانِ حرم شاہ فیصل شہید رحمۃ اللہ علیہ تو آپ کے بہت ہی قدرشناس تھے...... شہید مرحوم سے آپ نے متعدد بار ملاقات بھی کی اور انہیں لمشافہ قادیانی فتنہ کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ کیا، ایک ملاقات کا حال مولانا عبدالرحیم اشرف نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی یوں قلمبند کیا ہے:

''حضرت مولانا محمد یوسف بنوری۔ متعنا اللہ بطول حیاتہ۔ نے ایک ملاقات میں فرمایا کہ ''مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تحریک سے کچھ پہلے آپ حرمین حاضر ہوئے، تو ایک دوست نے ازخود یہ کوشش کی کہ جلالۃ الملک سے ملاقات ہو۔ ملاقات طے ہوگئی۔ مولانا شاہ کے ہاں تشریف لے گئے، ملک محترم نے بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا، اپنی کرسی سے بہت قدم آگے بڑھ کر مصافحہ فرمایا۔ گفتگو کامل التفات سے سنی (یہ گفتگو تمام تر قادیانیت پر تھی۔ ناقل) اور اکثر وبیشتر امور میں پرزور تاکید اور گرم جوشانہ حمایت کا وعدہ فرمایا، ملاقات ختم ہوگئی تو آرام سے مولانا کو الوداع کہنے دروازے تک تشریف لائے، مولانا اپنے رفیق کے ہمراہ شاہی محل سے نکل رہے تھے کہ شاہ شہید علیہ الرحمۃ بھی تشریف لائے، مولانا کو احساس ہوا تو راستہ سے ایک کنارے پر کھڑے ہوگئے۔ شاہ وہاں پہنچے تو مولانا سے حسبِ سابق آگے چلنے کو فرمایا۔ مولانا نے اس سے انکار فرمایا، اور شاہ سے درخواست کی کہ آپ ہی آگے چلیں۔ اس پر جلالۃ الملک نے مولانا کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر انہیں آگے چلنے پر مجبور کردیا اور خود پیچھے پیچھے چلتے رہے اور جب شاہی محل کے دروازے تک پہنچے تو دوسری بار مولانا کو گرمجوشی سے الوداع کہا۔''(۱)

جہاں عالم اسلام کے اربابِ حل وعقد کو اپنی نجی ملاقاتوں میں اس مسئلہ کی طرف متوجہ فرماتے، وہاں خطوط کے ذریعہ بھی توجہ دلاتے۔ افسوس ہے کہ حضرت نے ان مکاتیب کے محفوظ رکھنے کا اہتمام نہیں فرمایا، ورنہ یہ ہماری تاریخ کا قیمتی علمی واصلاحی ذخیرہ ہوتا، تاہم یہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دو خطوں کا خلاصہ درج کرتا ہوں،(۲) جو رفیق محترم جناب مولانا قاری سعید الرحمن کی وساطت سے راقم الحروف کو میسر آئے۔ ان میں پہلا خط شاہ فیصل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہے اور دوسرا لیبیا کے صدر جناب کرنل معمر قذافی کے نام۔ یہ دونوں خط

(۱)...... ہفت روزہ المنبر: فیصل شہید نمبر ۱۹۔۱۲ شوال ۱۳۹۶ھ، ۱۴۔۷ ستمبر ۱۹۷۶ء ص:۱۳۔
(۲)...... اصل متن ضمیمہ ۱ میں دیکھئے۔

اس وقت لکھے گئے تھے جب ہمارے یہاں خدا کا قہر مسٹر بھٹو کے صدر اور عوامی چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہونے کی شکل میں نازل ہو رہا تھا' جب مسٹر ایم ایم احمد قادیانی کا طوطی بولتا تھا' جب قادیانی مسٹر بھٹو کے زیر سایہ پاکستان پر دادِ حکمرانی دے رہے تھے اور جب ہمارے ملک کے سب سے نازک طبقہ......فوج......کو آغوشِ قادیانیت کے حوالے کر دیا گیا تھا' ان دنوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر بے چینی کی جو کیفیت طاری رہتی تھی وہ ان کے خطوط کے بین السطور میں صاف پڑھی جاتی ہے۔

شاہ شہید کے نام تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''سیدی و مولائی! ہر شخص اپنی طاقت وقدرت کے بقدر اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہے' آنجناب کو اللہ تعالیٰ نے وہ تمام وسائل عطا کر رکھے ہیں جن کے ذریعہ آپ ساری روئے زمین میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کر سکتے ہیں۔

سیدی و مولائی! ہمیں علم ہے کہ جب ہمارے وطن عزیز پاکستان اور ظالم ہندوستان کے درمیان جنگ برپا ہوئی تو آنجناب نے پاکستان کی ہر ممکن مادی و اخلاقی مدد فرمائی، جو سربراہانِ اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک قابلِ فخر نمونہ ہے' مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ آپ کے اس کارنامہ پر دل کی گہرائیوں سے شکریہ بجالائیں۔

سیدی و مولائی! آج پاکستان قادیانیت کی جانب سے عظیم خطرہ میں ہے' بحریہ کا سربراہ حفیظ قادیانی ہے' فضائیہ کا سربراہ چودھری ظفر قادیانی ہے، اور بری افواج میں ٹکا خان کے بعد سترہ (۱۷) جرنیل لگاتار قادیانی ہیں' حکومت یا تو اس مہیب خطرہ سے غافل اور جاہل ہے، یا پھر استعماری قوتوں برطانیہ وامریکہ کے ہاتھ کا کھلونا بنی ہوئی ہے' وہ مسلمانوں کو فوجی مناصب سے برطرف کر رہی ہے اور قادیانیوں کو بھرتی کر رہی ہے' لاریب کہ قادیانی اور ان کا امام متنبّی کذاب، قبحہ اللہ۔ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا اور برطانوی استعمار کا ساختہ و پرداختہ تھا' قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ حکومت برطانیہ ''ظل اللہ فی الارض'' ہے' جہاد منسوخ ہے اور یہ کہ تمام مسلمانوں پر برطانیہ کی نصرت وحمایت فرض ہے۔ وغیر ذالک من الکفر والھذیان۔

ان لوگوں کی کوشش ہے کہ کسی طرح برطانیہ کا عہد رفتہ واپس لوٹ آئے اور پاکستان ان قادیانیوں کے ہاتھ میں آکر اس کا آلہ کار بنے اور برطانیہ کو از سر نو بحر احمر پر تسلط حاصل ہو جائے' اس بدترین سازش کے ہولناک نتائج آنجناب سے مخفی نہیں ہیں...... آنجناب سے توقع رکھتا ہوں کہ پاکستان کو قادیانیوں کے چنگل سے چھڑانے میں اس کی مدد کریں۔ صدر بھٹو کو ان ہولناک نتائج سے متنبہ فرمائیں اور اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کریں کہ وہ ان لوگوں کو کلیدی مناصب سے الگ کر دیں' تاکہ یہ لوگ اسلام کے لئے اور اسلام سے پہلے خود بھٹو کے

لئے خطرہ نہ بن جائیں۔ الغرض آپ اس نہایت خطرناک مصیبتِ کبریٰ سے پاکستان کو بچانے اور بھٹو کی کجروی کی اصلاح کے لئے ہر ممکن جہدِ بلیغ فرمائیں اور محض اللہ کی رضا کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فرمودہ طاقت و قوت اور وسائل کے ذریعہ آپ وہ کردار ادا کریں جو واقعی ایک خیلفہ اور امام المسلمین کو فہم و بصیرت اور قوت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔

ہم جناب والا کے حق میں ہر خیر و سعادت کے متمنی ہیں اور آرزو رکھتے ہیں کہ آپ کے مبارک ہاتھوں کے ذریعہ اسلامی ممالک کو ان ریشہ دوانیوں اور ملعون سازشوں سے نجات ملے۔ اللہ تعالیٰ آنجناب کی ذات کو اسلام کے لئے ذخیرہ اور مسلمانوں کی پناہ گاہ کی حیثیت سے باقی رکھے اور ربّانی سائے تلے، جس کے جھنڈے آپ کے ملک پر لہراتے ہیں، آپ کی سلطنت کو بقائے دوام بخشے۔ آخر میں میری طرف سے آنجناب کی ذات اور مملکت کے حق میں بہترین دعائیں اور گہری تمنائیں قبول فرمائیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اور لیبیا کے صدر کرنل قذافی کے نام تحریر فرمایا:

''بعد از سلام مسنون گذارش ہے کہ مجھے آنجناب کی زیارت کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب کہ طرابلس کی پہلی ''دعوت اسلامی کانفرنس'' میں مندوب کی حیثیت سے شریک ہوا تھا۔ آنجناب کی شخصیت میں اخلاص، قوتِ ایمان اور سلامتیٔ فطرت کے آثار دیکھ کر اول وہلہ میں آپ کی محبت دل میں جاگزین ہوئی، بعد ازاں آپ کی خیر و سعادت کی خبریں ہم تک پہنچیں، جن کی وجہ سے آپ بلاشبہ داد و تحسین کے مستحق اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے مایۂ فخر ہیں، حق تعالیٰ آپ کو اسلام کے لئے ذخیرہ اور مسلمانوں کی پناہ گاہ کی حیثیت سے سلامت رکھے اور آپ کے وجود گرامی سے اسلام اور عرب کی عزت و مجد کے علَم بلند ہوں۔ آمین۔

برادر گرامی قدر! آپ نے پاکستان کے موقف کی تائید کر کے اور ہر ممکن مادی مدد مہیا فرما کر جو احسان فرمایا ہے اس کا ہمیں اجمالی علم ہوا، حق تعالیٰ آپ کو اس حسنِ سلوک کا بدلہ عطا فرمائیں اور دنیا و آخرت میں آپ پر انعامات فرمائیں۔ آمین۔

اور اب میں آنجناب کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ پاکستان ایک عظیم خطرہ میں گھرا ہوا ہے اور وہ ہے فتنہ قادیاں یا قادیانی تحریک۔ بحریہ کا قائد ایک بڑا قادیانی ہے، فضائیہ کا سربراہ قادیانی ہے اور بری فوج میں ٹکا خان کے بعد سترہ (۱۷) جرنیل ہیں جو سب قادیانی ہیں۔ کچھ عرصہ بعد ٹکا خان بھی ریٹائر ہو جائیں گے۔ حکومت مسلمان افسروں کو فوجی مناصب سے معزول کر رہی ہے۔ صدر کا اقتصادی مشیر ایم ایم احمد قادیانی ہے اور سر ظفر اللہ خان کے، جو بڑا خبیث سازشی قادیانی ہے، صدر سے خصوصی روابط ہیں اور صدر اس کے مشوروں کی

تعمیل کرتا ہے۔

غالباً آنجناب کو علم ہوگا کہ اس گروہ کا ضال و مضل مقتدا مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت تھا' اس نے پہلے مجدد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا' بعد ازاں نبوت کا دعویٰ کر دیا، اس کا عقیدہ تھا کہ برطانوی حکومت روئے زمین پر خدا کا سایہ ہے، جہاد منسوخ ہے اور یہ کہ برطانیہ کی نصرت وحمایت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ وغیر ذالک من کفر دھراً۔

''قادیان'' کے بعد (جو ہندوستان میں رہ گیا) انہوں نے مغربی پاکستان میں ''ربوہ'' آباد کیا' جس کی حیثیت ان کے دارالخلافہ کی ہے' وہاں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بڑی سرگرمی سے سازشیں تیار ہوتی ہیں اور یہ عجلت میں تحریر کردہ عریضہ ان تفصیلات کا متحمل نہیں۔ میں آنجناب سے اس وقت دو گزارشیں کرنا چاہتا ہوں۔

۱:- ایک یہ کہ صدر بھٹو کو اس خطرۂ عظیمہ سے آگاہ کیجئے۔ یعنی قادیانی بغاوت، ملک کا قادیانی حکومت کے تحت آجانا، بحرِ احمر میں برطانیہ کی عزت رفتہ کا دوبارہ لوٹ آنا، اور بیک وقت تمام عربی و اسلامی ممالک کا ناک میں دم آجانا۔ پس آنجناب سے درخواست ہے کہ آج حکومتِ پاکستان کو قادیانیوں کے' یا بلفظِ صحیح برطانیہ کے چنگل سے چھڑا کر اس پر احسان کیجئے' جیسا کہ قبل ازیں آپ اس کی اخلاقی و مادی مدد کر کے اس پر احسان کر چکے ہیں اور محض اللہ تعالیٰ کی، اس کے بعد رسول کی، اسلام اور مسلمانوں کی خیرخواہی کے لئے ہر قسم کی تدبیر و حکمت اور عزم وحزم کے ساتھ ''صدر بھٹو'' کی کجروی کی اصلاح کیجئے۔ بلاشبہ اسلام کی یہ عظیم الشان خدمت اللہ ورسول کی رضامندی کا موجب ہوگی' اسی کے ذریعہ اس رخنہ کو بند کیا جاسکتا ہے اور اس شگاف کو پر کیا جاسکتا ہے، کیونکہ فتنہ کا سیلاب خطرہ کے نشان سے اوپر گذر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نصرت ومدد فرمائے۔ ''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔''

۲:- دوسری گذارش یہ ہے کہ جمہوریہ لیبیا میں جو قادیانی ڈاکٹر یا انجینئر کی حیثیت سے آئے ہیں' انہیں نکالئے۔ سنا گیا ہے کہ آپ کے ملک میں قادیانیوں کی ایک بڑی تعداد آئی ہے' ان میں ایک ڈاکٹر خلیل الرحمان طرابلس میں ہے' جو شعاؤں کے ذریعہ سرطان کے علاج کا خصوصی ماہر ہے' میں کوشش کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں کا سراغ لگایا جائے' اور محض اللہ کی، اس کے رسول کی، اس کی کتاب کی اور مسلمانوں کے قائدین کی خیرخواہی کی غرض سے آپ کو ان کی اطلاع دی جائے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خدمتِ اسلام اور مسلمانوں کی مدد میں ثابت قدم رکھے۔ آپ کو اپنی رضا اور اپنے دین کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے اور آپ کے ہاتھ سے خیر وسعادت کے وہ کام لے' جن کے ذریعے مشرق ومغرب میں اسلام اور مسلمانوں کی عزت ومجد میں اضافہ ہو۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا مخلص محمد یوسف البنوری
خادم الحدیث النبوی الکریم فی کراچی
مندوب مؤتمر الدعوۃ الاسلامیہ الاول من پاکستان''۔

الغرض یہ تین میدان تھے جن میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت کے مقابلہ میں کام کیا اور جن کا دھندلا سا خاکہ آپ کے سامنے آچکا ہے۔ اس پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ قادیانیت سے آخری جنگ لڑنے کے لئے حضرت نے اپنی بساط کی حد تک اسباب و وسائل مہیا کر لئے تھے' اندرون و بیرون ملک اس کے لئے زمین تیار کی جا چکی تھی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سوزِ دروں اور آتش جگر نے اس فتنہ کے خلاف ملت اسلامیہ کو آتش فشاں میں تبدیل کر دیا تھا' تا آنکہ ادھر قدرت آپ کو ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی قیادت کے لئے کھینچ لائی' اور ادھر خود قادیانیوں کے ہاتھ سے ربوہ اسٹیشن کے سانحہ کا دھماکہ کرادیا' جس سے ملت اسلامیہ کا آتش فشاں شعلے اگلنے لگا اور قادیانیت کفر کے خاکستر میں ڈھیر ہو کر رہ گئی۔ (۱)

قادیانیت کے خلاف حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو کارنامہ انجام دیا' اس کے لئے دستِ قدرت نے آپ کو خود تیار کیا تھا اور پیکرِ یوسفی میں لطیفۂ نصرتِ خداوندی کارفرما تھا:

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کارنامہ میرے نزدیک آپ کے ''مقام صدیقیت'' کا ظہور تھا، جس میں مجددانہ روح کارفرما تھی' اس لئے سید آدم بنوری کے فرزند گرامی کا یہ کارنامہ اس کے تمام اوصاف و کمالات اور فضائل ومناقب پر بھاری نظر آتا ہے اور بغیر کسی مبالغہ کے آپ کے حق میں وہی تاریخی الفاظ دہرائے جاسکتے ہیں جو آپ کے قلم عنبر رقم سے اپنے شیخ انور رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں نکلے:

"فھذہٖ عندہ میزۃ کبری اکبر من سائر مزا یا الشیخ رحمہ اللہ وتفوق سائر مآثرہ السامیۃ فلو لم یکن للشیخ حسنۃ غیر ھذہ الحسنۃ العظیمۃ ومنقبۃ غیر ھذہ المنقبۃ العالیۃ لکفاہ شرفاً و فضلاً ولکفاہ شھادۃً علی انہ' کان ربانی ھذہ الامۃ بعھدہٖ فھذہ منقبۃ زھرأ من بین سائر مآثرہ الخالدۃ یبقٰی آثارھا الجمیلۃ فی قلوب اھل الحق، وتتلألأ لامعۃ علی صفحات التاریخ الاسلامی علی انقراض الدھور وانقضأ العصور". (۲)

(۱)...... پاکستان قومی اسمبلی کے فیصلے کی طرف اشارہ ہے۔ فیصلے کا اصل متن ضمیمہ :۳ میں دیکھئے۔
(۲)...... نفحۃ العنبر فی ہدی الشیخ الانور رحمۃ اللہ علیہ ص:۲۰۳ طبع جدید مجلس علمی کراچی۔

ترجمہ:... ''میرے نزدیک یہ عظیم الشان کارنامہ شیخ رحمہ اللہ کے تمام کمالات سے بڑا اور ان کے تمام مآثر سامیہ سے فائق ہے، اگر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نامہ اعمال میں اس حسنۂ عظیمہ کے علاوہ کوئی نیکی اور اس منقبت کے سوا کوئی فضیلت نہ ہوتی، تب بھی آپ کے شرف وفضیلت کے لئے کافی تھی اور یہ اس امر کی کافی شہادت تھی کہ آپ اپنے دور کے ربانی ہیں، پس یہ آپ کے سارے دائمی مآثر میں سے زیادہ روشن منقبت ہے، جس کے آثارِ جمیلہ اہلِ حق کے قلوب میں باقی رہیں گے اور آپ کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک اسلامی تاریخ کے صفحات پر درخشاں رہے گا''۔

مشرقی فتنہ

آج سے قریباً نصف صدی پہلے پنجاب وسرحد میں عنایت اللہ خان مشرقی کا غلغلہ بلند تھا، ایک طرف ان کی بیلچہ بردار ''چپ وراست'' کی گونج در ودیوار سے ٹکرا رہی تھی تو دوسری طرف ان کے ''عسکری اسلام'' نے ذہنی فضاء میں ایک ہیجان پیدا کر رکھا تھا۔

دنیا کے بڑے بڑے ائمہ ضلال اور دعاۃِ فتنہ کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو بعض چیزیں ان میں قدر مشترک نظر آئیں گی، مثلاً: بلا کی ذہانت، غضب کی قائدانہ صلاحیت، بے پناہ کبر وغرور، انتہائی خود رائی وخود پسندی، سلف صالحین کی تحقیر، ہر بات میں نئی اختراع کا شوق، نمود ونمائش کا جذبہ اور تعمیر کے نام پر دین وایمان اور قوم ووطن کی تخریب۔

عنایت اللہ خان مشرقی بھی اس گروہ کے سرخیل تھے، وہ اپنے تئیں ''علامہ'' کہتے تھے، انہیں غلط فہمی تھی کہ قرآن کے مفہوم ومعانی عرش معلیٰ سے پہلی بار انہی کے دماغ پر نازل ہوئے ہیں۔ انہوں نے اسی غرّہ میں قرآنِ کریم پر مشق شروع کردی۔ پہلے ''تذکرہ'' نامی کتاب لکھی، یہ ان کے الحاد کا نقشِ اول تھا، پھر کچھ عرصہ کی خاموشی کے بعد ''اشارات'' لکھی۔ ''خاکسار'' تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ ایک پرچہ جاری کیا اور بالآخر ''مولوی کا مذہب غلط'' نامی کتابچہ کے نمبر نکالنا شروع کردیئے۔ یہ ان کی ساری ذہنی وفکری صلاحیتوں کا ماحصل تھا۔

چونکہ عنایت اللہ خان مشرقی پشاور کی انگریزی درس گاہ میں مدرس رہ چکے تھے، اس لئے وہاں ان کا خاصا حلقہ اثر تھا اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ جب فارغ التحصیل ہونے کے بعد پشاور پہنچے تو مشرقی نظریات اور علماء کے درمیان معرکہ کارزار برپا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ آتے ہی اس میدانِ جہاد میں کود گئے، خاکساروں کو ''ھل من مبارز'' کا چیلنج کیا اور جلسوں اور تقریروں سے مشرقی فتنہ کا ناطقہ بند کردیا۔ خاکساروں کا دعویٰ تھا کہ مشرقی صاحب کو علمائے مصر نے ''علامہ'' کا خطاب دیا ہے۔ علمائے ہند اس کے مقام ومرتبہ کو تو کیا پہنچتے، اس کی باتیں

سمجھنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مشرقی کے اس منبع علاّ میت کو خشک کرنا چاہتے تھے۔ ۱۹۳۷ء میں آپ مجلس علمی ڈابھیل کے مندوب کی حیثیت سے نصب الرایہ اور فیض الباری چھپوانے کے لئے مصر گئے تو مشرقی کی کتاب ''تذکرہ'' علمائے مصر کو دکھائی اور اس کی تحریفات وکفریات سے انہیں آگاہ کیا' اس پر بعض علماء مصر نے ایک استفتاء مرتب کیا اور علمائے ازہر کی جماعت کے ایک رکن اور ''الازہر'' کے مفتی شیخ یوسف دجوی نے اس کا جواب لکھا' جس میں مشرقی نظریات پر شدید تنقید کی گئی اور انہیں صریح کفر والحاد قرار دیا گیا۔ غالباً مصر میں اس فتویٰ سے علمائے ہند کے بارے میں یہ تاثر لیا گیا کہ انہوں نے ایک گمراہ شخص کا کیوں نوٹس نہ لیا' اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صورتحال کی وضاحت کے لئے ایک مختصر سا مضمون لکھا جو وہاں کے مجلّہ ''الاسلام'' جلد: ۷ شمارہ: ۴۱،۴۲ر شوال ۱۳۵۷ھ مطابق: ۱۶ر دسمبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ مقالہ کا عنوان تھا:

''**کلمة عن الالحاد و کتاب التذکرة لاحد ملاحدة المشرق وجهود علماء الهند فی هذا الصدد**'' حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تاریخی مقالہ ان کی دینی حمیت اور تب وتاب کا مرقع ہے۔ دینِ اسلام پر ملاحدہ کی دست درازیوں کا شکوہ کرتے ہوئے اسلام کی بے کسی کا نقشہ کس درد سے کھینچا ہے:

''**اصبح الدین کثلة غنم لاراعی لها، او مرتع خصب لاذائد عن حماه، او یتیم مات ابواه فاصبح من لایجد من یربیه ویحنو علیه' او مریض مدنف اشرف علی الموت لایلقی طبیباً یداویه بجرعة من دواء''.**

ترجمہ:... ''آج دین کی حالت اس ریوڑ کی سی ہے جس کا کوئی گلہ بان نہ ہو' یا اس سرسبز چراگاہ کی سی ہے جس کا کوئی رکھوالا نہ ہو یا اس بے کس یتیم کی سی ہے جس کے ماں باپ مرچکے ہوں اور بھری دنیا میں اسے کوئی مربی اور شفیق میسر نہ آئے' یا اس لاغر اور جاں بلب مریض کی سی ہے جسے کوئی طبیب نہ ملے جو اس کے منہ میں دوائی کا ایک گھونٹ ہی ڈال دے''۔

مولانا اس مقالہ میں بتاتے ہیں کہ دین ملاحدہ کے نرغہ میں ہے' اس پر چہار جانب سے یورش ہورہی ہے' مگر مسلمان ہیں کہ وہ خوابِ غفلت میں مست، دین سے بے فکر، معاشی دوڑ میں منہمک اور عیش پرستی میں مگن ہیں۔ اسلامی شعائر پامال ہورہے ہیں اور خود مسلمان اسلام کے بجائے مغرب کے شعارِ کفر پر فخر کررہے ہیں' اس گراوٹ کو دیکھ کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ بے اختیار چیخ اٹھے ہیں:

لمثل هذا یذوب القلب من کمد
ان کان فی القلب اسلام و ایمان

ترجمہ:... ''اس حالت پر دل غم سے پگھل جاتے ہیں' اگر دل میں اسلام وایمان ہو''۔

اور پھر مسلمانوں کو عموماً اور علمائے کرام کو خصوصاً غیرت دلاتے ہیں:

”عار، واللہ علی الذین یحملون لواء الدین وینؤون بثقل اعبائہ علی اکتافھم ان یسکتوا عن مثل ھذہ الحالة المنکرة الفظیعة، اویقصروا فی القیام للدفاع بالقدر الذی یستحقہ، ھذالفثل وتتطلبہ، تلک الفوضیٰ.

ترجمہ:...”جولوگ دین کے علمبردار اور اس کے بار کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں بخدا! ان کے لئے بڑے شرم کی بات ہے کہ وہ ایسی قبیح اور گھناؤنی حالت دیکھ کر سکوت اختیار کریں، یا یہ طوفان اور لاقانونیت جس قدر مقابلہ کی مستحق ہے، اس کے ادا کرنے میں کوتاہی کریں“۔

اور پھر عنایت اللہ مشرقی کا تذکرہ شروع ہوتا ہے اور مولانا بتاتے ہیں کہ جب مشرقی کے کفر والحاد کا طور مار سامنے آیا تو علمائے ہند اس کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے اور دین کی پاسبانی کا حق ادا کردیا:

”ودعاہ العلماء للبحث والمناظرة مرات وراقم ھذہ السطور من الذین دعوا ھذا الرجل وحزبہ للمناظرة لکنہ جبن ولم یحضر“.

ترجمہ:...”اور علماء نے اس کو کئی بار بحث ومناظرہ کی دعوت بھی دی، خود ان سطور کا راقم ان لوگوں میں ہے جنہوں نے اس کو اور اس کی جماعت کو مناظرہ کا چیلنج کیا، مگر اسے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی“۔

مشرقی کے مقابلہ میں علمائے ہند کی کوششوں کے ضمن میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ”مجلس احرار اسلام“ اور اس کے جواں سال مجاہدین: مولانا بہاء الحق قاسمی اور مولانا غلام غوث ہزاروی کا خصوصی تذکرہ فرمایا ہے:

”فلعلماء الھند فی ھذالسبیل جھود تشکر دائما، فھم لم یغفلوا ولم یتغافلوا، ولم یحجموا.... ولم یقصروا، وعلی الاخص ”جماعة احرار الاسلام“ فی الھند، فان لھا مجھودات کبیرة، ومن المبرزین فی ھذہ الجماعة السبّاقین الی الغایات الاستاذ الفاضل بھاء الحق القاسمی وصدیقنا الفاضل الاستاذ غلام غوث الھزاروی، فانھما قد القماہ احجارًا فی فیہ، وسدّا علیہ کل حیلة یحتالھا، وترکافتنتہ بین انیاب الاسد، فنشکر لھما جلیل خدمتھما ودفاعھما عن الدین والاسلام، وفقھما اللہ للخدمة الصحیحة وبارک اللہ فی مساعیھما المنجحة، وجھودھما المثمرة.“

اسی مقالہ کے آخر میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی بتایا کہ شیخ یوسف دجوی رحمۃ اللہ علیہ مفتی ”الازہر“ نے مشرقی کے کفر والحاد کا جو فتویٰ لکھا ہے، اس پر مولانا نے دیگر علمائے مصر کی تصدیقات بھی لے لی تھیں:

"وعلی الجواب توقیعات وعبارات عدة من الاکابر من اجلّة العلماء بالقاهرة محفوظة عندی".

ترجمہ:... "اس فتویٰ پر قاہرہ کے بہت سے اکابر اور جلیل القدر علماء کی عبارتیں اور مہریں بھی ثبت ہیں جو میرے پاس محفوظ ہیں"۔

افسوس ہے کہ یہ فتویٰ مجھے نہیں ملا، ورنہ ایک اہم تاریخی چیز ہوتی' بہرحال یہ فتویٰ لے کر حضرت مولانا مصر سے ہندوستان آئے اور یہاں اس کی اشاعت ہوئی تو...... یہ بات واضح ہوگئی کہ علمائے ازہر کی نظر میں عنایت اللہ مشرقی کی علمی حیثیت کیا ہے؟ اور اس کے نظریات کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے؟ مصر سے واپسی پر مولانا پشاور آئے تو خاکساروں سے پھر معرکے ہوئے اور مانسہرہ میں گرفتاری کی نوبت بھی آئی' بالآخر مشرقی فتنہ فرو ہوگیا اور حضرت نے اپنے اس مقالہ میں جو آخری فقرہ لکھا تھا' وہ پوری طرح صادق آیا:

"اذا جاء نهر الله بطل نهر معقل".

حضرت نے مصر جانے سے پہلے حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مشکلات القرآن" کا مقدمہ "یتیمة البیان" کے نام سے لکھا تھا (جسے حال ہی میں دوبارہ طبع کیا گیا) اس میں مشرقی کی کتاب "تذکرہ" پر بحث کرتے ہوئے اس کے افکار ونظریات کا بڑا اچھا خلاصہ نقل کر دیا ہے۔ تطویل کے اندیشہ سے اسے چھوڑتا ہوں۔

مشرقی صاحب نے ایک اور فتنہ (جو شاید اپنی نوعیت کا سب سے زیادہ سنگین فتنہ تھا) یہ اٹھایا کہ ہندوستان کی مساجد قبلہ رخ نہیں ہیں' اس لئے کسی کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ مشرقی صاحب کا یہ فتویٰ اگرچہ قواعدِ شرعیہ سے جہل وناواقفی اور کبر واعجاب کا نتیجہ تھا، مگر اس سے ہندوستان بھر میں تشویش کی لہر دوڑ گئی اور علمائے امت کے پاس بکثرت سوالات آنے لگے' چنانچہ ایک سوال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی آیا اور آپ نے اس کے جواب میں "بغیة الاریب فی مسئلة القبلة والمحاریب" کے نام سے ایک رسالہ لکھا، جسے اپنے موضوع پر حرفِ آخر کہنا چاہئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بارہا ازراہِ تشکر فرمایا کرتے تھے کہ: حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "بیان القرآن" میں میری اس کتاب کا حوالہ دیا ہے۔

پرویزی فتنہ

انگریز کے عہدِ نحوست مہد میں جو تحریکیں اسلام کو مسخ ومحرف کرنے کے لئے اٹھیں' ان میں سب سے پہلی تحریک نیچریت کی ہے، پھر ایک طرف "قادیانیت" نے نئی نبوت کے روپ میں جنم لیا اور دوسری طرف "چکڑالویت" نے انکارِ حدیث کا فتنہ برپا کیا۔ اس کے بعد "خاکسار تحریک" نے سر اٹھایا اور پھر ان سب تحریکوں

کا سڑا ہوا ملغوبہ مسٹر پرویز کے حصہ میں آیا اور ان سب پر کمیونزم کا تعفن اور مستزاد ہوا' چنانچہ پرویزی لٹریچر میں کمیونزم کا پورا معاشی ڈھانچہ اور اس کی مذاہب بیزاری، نیچریت کی مادہ پرستی، قادیانیت کا انکار وجود، چکڑالویت کا انکارِ سنت، خاکساروں کی تحریف وتاویل، سب خرابیاں یکجا موجود ہیں اور مسٹر پرویز کے قلم کی روانی نے ان غلاظتوں میں اور اضافہ کردیا ہے۔ فزادتھم رجساً الی رجسھم۔(۱)

مسٹر غلام احمد پرویز بدقسمتی سے مرزا غلام احمد قادیانی کا ہم نام بھی ہے، ہم وطن بھی، الحاد وزندقہ میں اس کا ہم مسلک بھی' وہ ایک زمانہ میں حدیث وسنت کا پرجوش حامی تھا۔ اس موضوع پر موصوف کا ایک مقالہ جو ''الفرقان لکھنؤ'' میں چھپا تھا، راقم الحروف کی نظر سے گذرا ہے' لیکن بدقسمتی سے انگریزی دورِ اقتدار نے دہلی کے سیکریٹریٹ پر پرویز صاحب کی ساخت وپرداخت کی، موصوف نے اپنے پیشرو داعیان ضلال کے افکار و نظریات کو جذب کیا اور انہیں نئے انداز میں اگلنا شروع کیا۔ اس کے لئے انجمن ''طلوع اسلام'' کی بنیاد ڈالی۔ موصوف کے ذہنی خیالات کا خاکہ ابھی غیر مرتب ہی تھا کہ ملک تقسیم ہوا اور پرویز صاحب کو دہلی سیکریٹریٹ کے بجائے کراچی سیکریٹریٹ میں پناہ ملی' یہاں کی لادین افسر شاہی کی آشیرباد سے موصوف نے ''قرآنی نظامِ ربوبیت'' کا خاکہ مرتب کیا' جس کے دستور اساسی کی پہلی دفعہ یہ تھی:

قرآن کریم میں جہاں اللہ ورسول کا ذکر آیا ہے' اس سے مراد ''مرکز نظام حکومت ہے۔''(۲)

(معارف القرآن، ج:۴' ص:۶۲۳)

مرزا غلام احمد قادیانی مسکین کو ''رسول اللہ'' بننے کے لئے وحی والہام کا افسانہ تراشنا پڑا تھا' مگر چودھری غلام احمد پرویز کی ''قرآنی بصیرت'' نے غلام محمد، سکندر مرزا اور ایوب خان وغیرہ کو بیک جنبش قلم ''خدا اور رسول'' بنادیا' اس قدر افزائی پر اربابِ اقتدار کی باچھیں کھل گئیں' پرویز صاحب کے افکار ونظریات کی اشاعت کے لئے سرکاری وسائل کے دہانے کھل گئے۔

پرویز صاحب نے ''خدا اور رسول'' تو نئے تلاش کرلئے' اب سوال ہوا کہ اس نئے ''خدا اور رسول'' کی اطاعت کیسے کی جائے؟ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کا کیا کیا جائے؟ پرویز صاحب کی ''بصیرت'' نے اس کا حل یہ نکالا کہ اس پورے دین کو اس کے نئے ''خدا اور سول'' یعنی اربابِ اقتدار کے اپنے منشاء کے مطابق بدل ڈھالنے دیا جائے' وہ نماز کو بدلنا چاہیں تو بدل دیں، روزہ پر خطِ تنسیخ پھیرنا چاہیں تو پھیر دیں' نظامِ زکوٰۃ کو گڑبڑ کرنا چاہیں تو کریں۔ الغرض اربابِ اقتدار (یا پرویز صاحب کے خدا ورسول) کا کام ہے' دین کو مسخ

(۱)......مولانا محمد عبدالرشید نعمانی: پیش لفظ ''متفقہ فتویٰ۔ پرویز کافر ہے۔''
(۲)......پرویز صاحب کے تمام حوالے ''متفقہ فتویٰ'' سے لئے گئے ہیں۔

کرنا اور مسلمانوں کا کام ہوگا اس نت نئے مسخ شدہ دین پر بغیر چوں و چرا کے عمل کرنا...... پرویز صاحب لکھتے ہیں:

''قرآن کے ساتھ انسان کو بصیرت عطا ہوئی ہے' اس لئے جن امور کی تفصیل قرآن نے خود بیان نہیں کی' ان کی تفصیل قرآنی اصولوں کی روشنی میں از روئے بصیرت متعین کی جائے' یہی رسول اللہ نے کیا اور ہمارے لئے بھی ایسا کرنا منشائے قرآنی اور سنت رسول اللہ کے عین مطابق ہے۔ اس باب میں اخلاق، معاملات اور عبادات میں کوئی تفریق و تخصیص نہیں' اگر تفریق مقصود ہوتی تو عبادت کی جزئیات قرآن خود ہی متعین کر دیتا ہے۔'' (مقام حدیث: ج:۱' ص:۴۲۴)

''جس اصول کا میں نے اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے' وہ قانون اور عبادت دونوں پر منطبق ہوگا' یعنی اگر جانشینِ رسول اللہ (قرآنی حکومت) نماز کی کسی جزئی شکل میں جس کا تعین قرآن نے نہیں کیا' اپنے زمانے کے کسی تقاضے کے ماتحت کچھ ردوبدل ناگزیر سمجھے تو وہ ایسا کرنے کی اصولاً مجاز ہے۔'' (قرآنی فیصلے ص۱۴)

چلئے دونوں اصول طے ہوگئے۔ اول یہ کہ پاکستان میں ''خدا و رسول'' حکمران ٹولے کا نام ہے۔ دوسرے یہ کہ پرویز صاحب کے ''یہ خدا اور رسول'' اسلام کے عقائد و عبادات، اخلاق و معاملات اور سیاست و معاشرت میں جو ردوبدل کرنا چاہیں اس کی انہیں کھلی چھٹی ہے' گویا مسٹر پرویز کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا پورا دین تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

اس ردوبدل کا خاکہ خود پرویز صاحب کو مرتب کرنا تھا اور وہ جن خطوط پر اس خاکہ میں رنگ بھرنا چاہتے تھے' اس کی صرف دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱:......حلال و حرام کا قصہ یوں نمٹایا گیا کہ:

''سید محمد صبیح صاحب نے اس رسالہ (حلال و حرام کی تحقیق) میں بتایا ہے کہ قران کی رو سے صرف مردار، بہتا خون، لحم خنزیر اور غیر اللہ کے نام کی طرف منسوبہ چیزیں حرام ہیں' اس کے علاوہ اور کچھ حرام نہیں۔ (گویا پیشاب پاخانہ بھی حلال۔ ناقل) یہ قرآن کا واضح فیصلہ ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ہمارے مروجہ اسلام میں حلال و حرام کی جو طولانی فہرستیں ہیں' وہ سب انسانوں کی خودساختہ ہیں اور کسی انسان کو حق حاصل نہیں کہ کسی شے کو حرام قرار دے دے' یہ حق صرف اللہ کو ہے۔'' (طلوع اسلام مئی ۱۹۵۲ء ص:۶۹)

۲:......اور پورے دین کے بارے میں یہ فلسفہ ارشاد ہوا کہ قرآنی احکام عبوری دور کے لئے ہیں' ورنہ اسلام کا اصل منشا مارکس ازم قائم کرنا ہے:

''اب رہا یہ سوال کہ اگر اسلام میں ذاتی ملکیت نہیں تو پھر قرآن میں وراثت وغیرہ کے احکام کس لئے

دیئے گئے ہیں؟ سواس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن انسانی معاشرہ کواپنے متعین کردہ پروگرام کی آخری منزل تک آہستہ آہستہ بتدریج پہنچاتا ہے اس لئے وہ جہاں اس پروگرام کی آخری منزل کے متعلق اصول اوراحکام متعین کرتا ہے، عبوری دور کے لئے بھی ساتھ کے ساتھ راہنمائی دیتا چلا جاتا ہے۔ وراثت، قرضہ، لین دین، صدقہ وخیرات سے متعلق احکام اسی عبوری دور سے متعلق ہیں۔ جس میں سے معاشرہ گذر کرانتہائی منزل تک پہنچتا ہے۔ (اور انتہائی منزل وہی مارکس ازم۔ ناقل)''۔ (نظام ربوبیت ص:۲۵)

انہی دو اقتباسات سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ پرویز صاحب نے اپنے ''مرکز ملت'' کوشریعت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) کے منسوخ کرنے کی سند مرحمت فرمادی تھی۔

مسٹر پرویز کواحساس تھا کہ علماء موصوف کے اس خود تراشیدہ ''بت'' کے آگے سجدہ ریز نہیں ہوں گے۔ اور نہ ''پرویز کے خدا اور سول'' کواسلام میں ترمیم وتنسیخ کی اجازت دیں گے، اس لئے پرویز صاحب نے اسلام کے تمام اصول وفروع کے ساتھ ساتھ اسلام کی سیکورٹی فورس ''علمائے امت'' کی طرف اپنی الحادی توپوں کا رخ موڑ دیا' کبھی نماز کا مذاق اڑایا جارہا ہے، کبھی زکوٰۃ کا، کبھی روزے کا اور کبھی حج کا، کبھی جنت اور کبھی دوزخ کا، کبھی آخرت کا اور کبھی جنت و دوزخ کا۔

اور ان سب سے پہلے اس ''ملا'' کو نشانہ بنایا گیا جو حریم اسلام کی پاسبانی کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ پرویز صاحب کہتے ہیں:

''جب تک دین کی باگ مولوی کے ہاتھ میں ہے، صدقات نکلتے رہیں گے، زکوٰۃ دی جاتی رہے گی، قربانیاں ہوتی رہیں گی، لوگ حج بھی کرتے رہیں گے اور قوم بدستور بے گھر، بے در، بھوکی ننگی اسلام کے ماتھے پر کلنک کے ٹیکے کا موجب بنی رہے گی۔'' (قرآنی فیصلے، ص:۵۲)

پرویز صاحب ''مرکز ملت'' کی طاقت سے پورے دین کوتلپٹ کرنا چاہتے تھے' لیکن علمائے امت ان کے خاکوں کے رنگ میں بھنگ ڈال دیتے تھے۔ پرویز صاحب کے خدا اور سول [1] (جن کو وہ مرکز ملت سے بھی تعبیر کرتے ہیں) اول تو ''ملاؤں'' کو سمندر پار بھجوانے کی دھمکی دی، مگر اس کی تعمیل ذرا مشکل نظر آئی تو دوسری تجویز سوجھی کہ باہر سے جید اہل علم کو بلوا کر اس کے سامنے پرویز صاحب اپنے سحر آفرین ''نظامِ ربوبیت'' کی توضیح فرمائیں تو شاید پاکستان کے علماء بھی مسحور ہوجائیں اور ساتھ کے ساتھ پرویز صاحب نے دین میں ردوبدل کی جو اسکیم تیار کر رکھی ہے' اس کی پہلی قسط کی تصدیق ان بیرونی اہلِ علم سے ہوجائے۔ چنانچہ ۱۹۵۷ء

---

(۱) اس وقت اسکندر مرزا تھا۔

کے اواخر اور ۱۹۵۸ء کے اوائل میں لاہور میں ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی گئی، جس کا اہتمام بڑے طمطراق سے پرویز کے "خدا اور رسول" نے کیا تھا۔ اس برأت کے دولہا خود پرویز صاحب تھے، بحث کا موضوع بینک کے سود کی حلت اور "بے پردگی کی اجازت" تھا۔ جس میں ساری دنیا مبتلا ہے۔ مصر سے خاص طور پر اہلِ علم کو مدعو کیا گیا، کیونکہ مصر ایک مدت سے آزاد خیالی میں پیشرو تصور کیا جاتا ہے۔ پاکستان سے مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا محمد یوسف بنوری کو دعوت دی گئی۔ ہندوستان سے مولانا ابوالحسن ندوی لکھنوی اور "صدق جدید" کے ایڈیٹر کو بلایا گیا۔

عرب ممالک سے جو مندوبین تشریف لائے، حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا ان سے تعارف تھا، وہ کراچی اتر کر نیوٹاؤن تشریف لائے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نوکر شاہی کی سازش، پرویز صاحب کی اسکیم اور اس مجلس مذاکرہ کے اغراض و مقاصد ان کے سامنے تفصیل سے بیان کئے، دنیا بھر کے مسلمان خواہ کتنے ہی گئے گذرے ہوں، ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ پرویز صاحب کے "مرکز ملت" کو خدا اور رسول ہونے کی سند عطا کر دیں گے یا اسلامی احکام و قوانین میں کسی بدمست مئے اقتدار کو تراش خراش کی اجازت دے دیں گے، کھلا جنون ہے اور اس کی توقع سکندر مرزا کے سائے میں پرویز صاحب ہی سے کی جاسکتی تھی، کسی عالم دین سے اس کی امید کب ہوسکتی تھی۔

چنانچہ جب مندوبین نے مجلس مذاکرہ میں پرویز صاحب کا مقالہ سنا تو مجلس کی بیشتر کارروائی اس کی تنقید پر صرف ہوئی اور پرویز صاحب اور ان کے "خدا اور سول" کو وہ ذلت دیکھنا پڑی جس کا گھاؤ آج تک ان کے جگر میں ہوگا۔

اقتدار کے سائے میں پرویز صاحب کے نظریات کی نشر و اشاعت ہو رہی تھی، علمائے امت اور اربابِ قلم اس کی تحریفات کا توڑ کر رہے تھے۔ دونوں طرف سے بحث و جدال کا معرکہ برپا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ یہ "سنار کی کھٹ کھٹ" اس فتنہ کے قلع قمع کے لئے کافی نہیں ہے، ضرورت ہے کہ اس شجرۂ خبیثہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ اس مقصد کے لئے آپ نے پرویزی لٹریچر جمع کرایا اور پرویزی کفریات کو ایک استفتاء کی شکل میں مرتب کر کے جناب مفتی ولی حسن ٹونکی مفتی مدرسہ عربیہ اسلامیہ سے اس کا جواب لکھوایا، اور پھر اس فتویٰ کو علمائے پاک و ہند کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ مشرقی و مغربی پاکستان کے تمام دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث اور شیعہ علماء نے متفقہ طور پر تصدیق کی کہ جو شخص ان نظریات کا پرچارک ہو، جو پرویز صاحب کی کتابوں سے مرتب کئے گئے ہیں، اس کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس طرح چوہدری غلام احمد پرویز کو اس کے ہم نام، ہم وطن اور ہم مسلک مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ وادیٔ کفر میں دفن کر دیا گیا۔

اس فتویٰ کو قریباً ایک ہزار علماء کی تصدیقات کے ساتھ ایک رسالہ کی شکل میں شائع فرمایا، اس کے بعد

ایک سوال نامہ عربی میں خود مرتب فرمایا اور عرب ممالک کے اہلِ علم سے اس کی تصدیق چاہی۔ حرمین شریفین، شام اور مصر کے علماء نے بھی پرویز کے ملحد وزندیق ہونے کا فتویٰ دیا تو اسے ''پرویز کے بارے میں علماء کا متفقہ فتویٰ مع اضافات جدیدہ'' کے نام سے دوبارہ شائع فرمایا۔

یہ تھا حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا پرویزی فتنہ کے خلاف اہم ترین کارنامہ، جس سے اس فتنہ کی کمر ٹوٹ گئی اور پرویز صاحب کے ''خدا اور رسول'' اور ''مرکز ملت'' کو بھی پرویز صاحب کی قدر و قیمت معلوم ہوگئی۔ خسر الدنیا والآخرہ. ذالک ھو الخسران المبین۔

اس فتنہ کی آگ ٹھنڈی کرنے کے لئے حضرت کو جو بے حد محنت کرنا پڑی، سفر کی جو صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں، اور اس کے لئے جو اپنے اوقاتِ عزیز صرف کرنا پڑے اس کا صحیح اندازہ آج نہیں کیا جاسکتا۔

ڈاکٹر فضل الرحمان کا فتنہ

مسٹر پرویز کے خلاف حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اقدام کیا اس کا پس منظر یہ تھا کہ صدر ایوب خان ''فیلڈ مارشل'' بن جانے کے بعد ''مسند اجتہاد'' پر بھی قابض ہو چکے تھے اور وہ رفتہ رفتہ اسی راستے پر گامزن تھے جس پر مغل شہنشاہ اکبر اعظم چل نکلا تھا' چونکہ مسٹر پرویز نے انہیں ''مرکز ملت'' کی حیثیت سے نہ صرف دین میں تغیر و تبدل کے اختیارات سونپ دیئے تھے، بلکہ دور جدید کے ''خدا اور رسول'' کا منصب بھی عطا کر دیا تھا' اس لئے صدر ایوب ان دنوں ایک ''سرکاری دارالافتاء'' قائم کرنے کی فکر میں تھے' جس کا ''مفتی اعظم'' مسٹر پرویز کو بنایا جانا تجویز ہو چکا تھا۔ مولانا شبیر علی تھانوی مرحوم نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے صورت حال کا یہ سارا نقشہ رکھا اور اس شر کے سدِّ باب کے لئے کسی مؤثر اقدام کی اپیل کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ''علماء اسلام کا متفقہ فتویٰ: پرویز کافر ہے'' مرتب کر کے اس عظیم ترین سازش کو خاک میں ملا دیا۔ عام پبلک پر مسٹر پرویز کی حقیقت واضح ہوگئی اور اربابِ اقتدار اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئے' اب انہوں نے اس کے لئے ایک نیا راستہ اختیار کیا' کراچی میں ایک ''مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی'' قائم کیا' اس میں اسلام پر ''تحقیقات'' کرنے کے لئے چن چن کر ایسے افراد بھرتی کئے گئے' جن میں اکثریت کجرو اور کج ذہن ملاحدہ کی تھی اور پھر اس ادارہ کی سربراہی کے لئے میکگل یونیورسٹی کے ایک مستشرق کو امریکہ سے درآمد کیا گیا' یہ شخصیت ڈاکٹر فضل الرحمان کی تھی۔

ڈاکٹر صاحب کو ''ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی'' کے ذریعہ کیا کام تفویض کیا گیا تھا؟ اس کو سمجھنے کے لئے میں جناب مولانا محمد منظور نعمانی کے ایک مکتوب کا (جو انہوں نے ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ کو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی خدمت میں ارسال کیا تھا) ایک اقتباس نقل کرتا ہوں۔ موصوف لکھتے ہیں:

''کئی سال ہوئے ایک بہت بڑے مسلمان سرکاری عہدے دار نے (جو غالباً ''سر'' کا خطاب بھی رکھتے ہیں) مجھ سے دورانِ گفتگو کہا تھا کہ: آپ لوگ اور آپ کے یہ مذہبی گھروندے (مدرسے اور خانقاہیں) صرف اس لئے ہندوستان (متحدہ ہندوستان) میں باقی ہیں کہ انگریزی حکومت کی پالیسی ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے، جس دن یہ پالیسی ہمارے ہاتھ میں آجائے گی، ہم آپ لوگوں اور آپ کے ان اڈوں کو ختم کردیں گے اور ''مداخلت فی الدین'' کے نعروں سے آپ عوام میں جو ہیجان انگریز یا ہندو کے خلاف پیدا کردیتے ہیں، ہمارے خلاف پیدا نہیں کرسکیں گے، ہم جو کچھ کریں گے مسلمان قوم کو ساتھ لے کر کریں گے اور رائے عامہ کو اتنا زیادہ تیار کریں گے کہ وہ آپ لوگوں کو اپنے مفاد کا دشمن اور قابل قتل سمجھنے لگیں گے، جیسا کہ ترکی میں ہوچکا ہے۔''

(انوار عثمانی، صفحہ ۱۵۲)

یہ تھی دراصل ''ادارۂ تحقیقات اسلامی'' کے قیام اور ڈاکٹر فضل الرحمان صاحب کے پاکستان میں تشریف لانے کی اصل غرض و غایت..... یعنی اسلام اور حاملانِ اسلام کے خلاف مسلمانوں کے ذہن تیار کرنا، عوام کی ذہنیت کو اس سطح پر لے آنا کہ وہ اسلام اور علمائے اسلام کو اپنے مفاد کا دشمن اور قابلِ قتل سمجھنے لگیں۔

ڈاکٹر فضل الرحمان صاحب پاکستان تشریف لائے تو انہوں نے سب سے پہلے تو یہ کوشش کی کہ علمائے کرام کو مطمئن کیا جائے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں، یا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس میں کسی بدنیتی یا کجروی کا شائبہ نہیں ہے، بلکہ وہ سرکاری وسائل سے اسلام کی خدمت کرنا اور اسلامی معاشرے کی جڑوں میں اسلام کو پیوست کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ وہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور آپ سے تعاون کی درخواست کی، آپ نے اس کارِ خیر میں ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا اور ایک بار ''ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی'' میں ڈاکٹر صاحب کی درخواست پر تشریف لے گئے اور وہاں ان خطوط کی نشاندہی فرمائی جن پر اس ادارہ کو کام کرنا چاہئے۔ (یہ تقریر ماہنامہ بینات میں چھپ گئی تھی) اِدھر ڈاکٹر صاحب علماء کے اطمینان کی کوششیں فرما رہے تھے، مگر دوسری جانب انہوں نے اور ان کے ادارہ کے دیگر اہلِ قلم نے اسلام کی تحریف کے طومار تیار کرنے شروع کردیئے، مسلمانوں کے اسلام کے لئے ''روایتی اسلام'' ''فرسودہ اسلام'' ''جدید اسلام'' جیسی اصطلاحات استعمال کرنا شروع کردیں، ذخیرۂ احادیث کو قرونِ وسطیٰ کی پیداوار بتایا گیا، اسلامی شریعت کا ماٰخذ رومن قانون کو بتایا گیا، قرآن کریم کو پیغمبر کے اندرونی احساسات کی آواز ٹھہرایا گیا، سود اور شراب کی حلت کے فتوے صادر کئے گئے۔ وغیر ذالک من الکفریات۔

خلاصہ یہ کہ ''فیلڈ مارشل'' صاحب جو کام مسٹر پرویز سے لینا چاہتے تھے اس کے لئے ڈاکٹر فضل الرحمان اور ان کے ''ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی'' کی خدمات حاصل کی گئیں۔ نشۂ اقتدار کی بدمستی، سرکاری ذرائع کی فراوانی

اور دین اور اہلِ دین سے عناد نے جب ڈاکٹر فضل الرحمان کے الحاد و کجروی سے عقد کیا تو دین اور اہلِ دین پر قیامت ٹوٹ گئی، اور صاف نظر آنے لگا کہ یہاں بھی دین کا وہی حشر ہونے والا ہے جو مصطفی کمال کے دور میں ترکی میں ہو چکا تھا۔ صورتِ حال اتنی بھیانک اور ایسی حوصلہ شکن تھی کہ مجھے خوب یاد ہے کہ نماز کے بعد اسلام کی زبوں حالی کو دیکھ کر ہم لوگ رو پڑتے تھے۔ وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا میں قرآن کریم نے جس حالت کا نقشہ کھینچا ہے، بلا مبالغہ ٹھیک وہی کیفیت ہم پر طاری تھی۔

حق تعالیٰ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر رحمت کی بارشیں برسائے، انہوں نے بے خوف و خطر اس آتشِ نمرود میں کود جانے کا فیصلہ کر لیا اور اپنی ساری توانائیاں اس فتنہ کا سر کچلنے پر صرف کر دیں۔ انہوں نے جس جذب و سرمستی، جس عزم و عزیمت اور جس دلیری و شجاعت کے ساتھ اس فتنہ کے خلاف آواز اٹھائی وہ ''خاصانِ حق'' ہی کا خاصہ ہے۔ انہوں نے اس شدت سے حق و صداقت کا صور پھونکا کہ اس کی آواز سے پورا ملک لرز اٹھا۔ ادھر ''ادارہ تحقیقاتِ اسلامی'' کے آرگن ''فکر و نظر'' میں الحاد و زندقہ کی نئی نئی صورتیں ڈھل کر سامنے آتیں۔ ادھر ''بینات'' میں ان پر ''ضربِ حیدری'' لگائی جاتی۔

نوا را تلخ تر می زن چوں ذوقِ نغمہ کم یابی
حدی را تیز تر می خواں چوں محمل را گراں بینی

''فیلڈ مارشل'' صاحب کے مطلق العنان اجتہاد اور ڈاکٹر فضل الرحمان کی ملحدانہ تحریفات کے خلاف حضرت بنوری قدس سرہ کی یہ جنگ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۸ء تک مسلسل چھ سال تک جاری رہی ہے، اس میں کیا کیا مسائل زیرِ بحث آئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شعلہ فشاں قلم نے الحاد و زندقہ کے ایوانوں کو کس کس طرح خاکستر کیا؟ یہ ساری روائیداد ''بینات'' کی فائلوں میں محفوظ ہے، اس کا صرف ایک نمونہ قارئین کے خدمت میں پیش کرتا ہوں:

ڈاکٹر فضل الرحمان کی ملحدانہ چیرہ دستیوں نے بڑھتے بڑھتے صحیفۂ مقدس اور وحی الٰہی پر جا ہاتھ ڈالا تھا اور اپنے اساتذۂ مغرب کی تقلید میں یہاں تک کہہ دیا تھا کہ قرآن کا کوئی خارجی وجود نہیں تھا، نہ کوئی فرشتہ وحی لے کر آتا تھا، یہ سب نعوذ باللہ! افسانے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے وجدان اور ضمیر سے جو آواز اٹھتی تھی، وہی وحی تھی اور وہی قرآن کہلاتا تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ تحریر پڑھی تو بے چین ہو گئے۔ رجب ۱۳۸۸ھ کے ''بصائر و عبر'' میں وحی الٰہی کی حقیقت پر قلم اٹھایا، اس کی تمہید یہ اٹھائی:

''انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ہم ایک ایسے دور سے گذر رہے ہیں جس میں تمام اسلامی حقائق کو مسخ کیا

جارہا ہے اور باطنیت والحاد کا جو فتنہ ہزار برس پہلے ظہور پذیر ہوچکا تھا' آج تمام عالمِ اسلام میں پھیل گیا ہے......
ملاحدہ نے آج میدان کو خالی دیکھ کر اور فضا کو سازگار سمجھ کر وہ شگوفے کھلانے شروع کردیئے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔تحریفِ دین کا نام ''تحقیقِ اسلام'' ہے۔الحاد فی الدین کا نام ''اظہارِ حقیقت'' ہے۔حقائقِ دین کو اس طرح پامال ہوتا دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے' کیا کیا جائے۔

''از ما است کہ بر ما است''

اسلام کی غربت و بے چارگی کا یہ دور انتہائی حسرت ناک بھی ہے اور عبرت ناک بھی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔''

اس تمہید کے بعد قرآن کریم کی آیات سے ''وحی'' کی تشریح فرماتے ہیں، وحی کے اوصاف وخصوصیات تفصیل سے ذکر کرتے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں:

''سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ یہ سب کچھ ایمانی بصیرت اور ایمانی نور سے محرومی کا نتیجہ ہے، یا پھر ان حقائقِ الٰہیہ سے جہل کا ثمرہ ہے، خدارا انصاف کیجئے کہ تمام قرآن اور تمام وحی کو پیغمبر کا اخلاقی تجربہ اور توسیع ذات بتلایا جائے کہ یہ صریح گمراہی نہیں؟......حقائق بیں نگاہیں محسوس کرتی ہیں کہ (یہ لوگ) اللہ کے دین اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے مقدس ارشادات کی جڑیں کاٹ رہے ہیں، اور اپنے سلف مستشرقین کی دلی آرزوؤں کو پورا کر کے وہ کام انجام دے رہے ہیں جو ان سے نہ ہوسکا۔''

یہ ڈاکٹر صاحب کے خلاف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا آخری اداریہ تھا' جیسا کہ اوپر عرض کرچکا ہوں کہ چھ سال تک مسلسل حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس فتنہ کے قلع قمع کے لئے سرگرم رہے، اور اس تندی، تلخی اور تیزی سے اس پر پے در پے ضربیں لگاتے رہے کہ پورے ملک میں اس کے خلاف ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور ''فیلڈ مارشل'' کا مطلق العنان اقتدار اور ڈاکٹر فضل الرحمان کا ''جدت پسند اسلام'' اس طوفان کے تھپیڑوں میں ہچکولے کھانے لگا' بالآخر ڈاکٹر صاحب ''اسلامی تحقیقات'' کے منصب سے معزول ہوگئے' حضرت اسی آخری اداریئے میں، جس کا اقتباس اوپر نقل کرچکا ہوں، لکھتے ہیں:

''یہ سطریں زیر قلم تھیں کہ معلوم ہوا ''ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی'' کے ڈائریکٹر جوان لغویات کے علمبردار تھے، عوام کے احتجاج پر اپنے منصب سے برطرف کردیئے گئے، لیکن سوال تو یہ ہے کہ اس وقت تک ان کی رہنمائی میں ماہنامہ ''فکرونظر'' اور ''اسلام'' وغیرہ کتابوں کے ذریعہ جو بیج ڈالا گیا ہے' اس کا کیا کیا جائے گا؟

اب تک جتنا لٹریچر ظہور میں آچکا ہے وہ ''غرق مے ناب اولیٰ'' کا مصداق ہے' جب تک اس کو دریا برد نہ کیا جائے' اس وقت تک کیا اطمینان ہے کہ آئندہ پھر کچھ نہیں ہوگا اور ان تحریفات والحاد پر اس وقت تک پاکستان

کے خزانے کا جو لاکھوں روپیہ خرچ کیا گیا، اس کا کیا تدارک کیا جائے گا؟ اور جو ہم خیال اسٹاف اپنے اردگرد جمع کیا تھا، اس کا کیا حشر ہوگا؟ ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ ادارہ ''امین'' ہاتھوں میں دیا جائے اور ان کی علمی و دینی معاونت کے لئے علمائے امت میں سے معتمد ترین افراد کا انتخاب کیا جائے، جن کے علم و تقویٰ پر امت کو اعتماد ہے اور وہ شرعی مسائل معلوم کرنے کے لئے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اور یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ ان تحقیقات کے لئے دائرۂ عمل متعین کیا جائے اور دین کے مسلمات کو زیر بحث لانے کی اجازت نہ دی جائے، جب تک یہ روک تھام نہ ہوگی اس وقت تک قابلِ اطمینان صورت ملک میں پیدا نہ ہوگی۔''

لیکن افسوس ہے کہ اقتدار نے اس مخلصانہ نصیحت کو گوشِ ہوش سے سننا گوارا نہ کیا، نتیجہ یہ کہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ان کے مربی و محافظ ''فیلڈ مارشل'' کی بساطِ اقتدار بھی الٹ گئی:

حذر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

فتنۂ مودودیت

سب سے آخر میں جس فتنہ کے خلاف آپ نے علَم جہاد بلند کیا، وہ دورِ جدید کا ''فتنۂ مودودیت'' ہے جو کبھی ''تجدید و احیائے دین'' کے نام سے ابھرا اور کبھی ''اقامتِ دین'' اور حکومت صالحہ کے نعرے سے۔

یہ ایک عجیب اتفاق ہے جن اکابر علماء و مشائخ اور اربابِ قلوب کے زمانہ میں یہ فتنہ برپا ہوا وہ سب اس کے خلاف متفق، اس کے اثرات و نتائج سے بے چین اور اس کی اصلاح کی طرف متوجہ رہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے ابتداء ہی میں فرما دیا تھا کہ ''میرا دل اس تحریک کو قبول نہیں کرتا۔'' شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ اس فتنہ سے کس قدر بیزار تھے؟ وہ ان کے مکتوبات و رسائل سے واضح ہے۔ قطب العالم حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر سب کے لئے یہ فتنہ ناقابل برداشت رہا۔ اور وہ مقدور بھر اس کی اصلاح کے لئے کوشاں رہے۔ بعض اکابر کو ابتداء میں اس تحریک سے کچھ حسنِ ظن تھا، لیکن بہت جلد ان پر اصل حقیقت منکشف ہوگئی، چنانچہ حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں اس تحریک کے خیر خواہ تھے، لیکن بہت جلد اس سے بیزار ہوگئے۔

حضرت اقدس مفتی اعظم مولانا محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس بارے میں خاصا نرم سمجھا جاتا تھا، لیکن جن لوگوں کو ان حضرات کے آخری دور کے مطالعہ کی سعادت

نصیب ہوئی ہے، وہ گواہی دیں گے کہ ان پر اس فتنہ کی حقیقت کس قدر عیاں ہوگئی تھی۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے جب اپنا رسالہ ''مقام صحابہ رضی اللہ عنہم'' تالیف فرمایا تو راقم الحروف نے انہیں مبارکباد پیش کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ مودودی صاحب کی آخری دور کی تصنیف ''خلافت وملوکیت'' ہے جس میں اکابر صحابہ اور خلفائے راشدین تک پر کیچڑ اچھالی گئی ہے، اس کے برعکس آنجناب کو خدا تعالیٰ نے آخری عمر میں ''مقام صحابہ رضی اللہ عنہم'' اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت کا نقش اجاگر کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

الغرض ہمارے دور کے وہ تمام اکابر جن کے خلوص وتقویٰ، جن کی دیانت وامانت اور جن کی سلامتی وعلم وفہم کی قسم کھائی جاسکتی ہے اور جن کی مقبولیت عند اللہ ان کے اوراقِ زندگی سے عیاں اور ان کی پیشانی کے آثارِ انوار سے واضح ہے، مودودی تحریک کو ایک ''عظیم فتنہ'' قرار دینے پر ان سب کا اتفاق رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسوخِ علم، حذاقت وتجربہ اور صفائے باطن کی بدولت ان اکابر کے لئے دینی حقائق گویا چشم دید مشاہدہ کی حیثیت اختیار کرجاتے ہیں اور پھر جب دنیا سے انقطاع کا زمانہ قریب آجاتا ہے تو ان پر انقطاع الی اللہ کی کیفیت غالب آجاتی ہے۔ حب فی اللہ کے ساتھ ساتھ بغض فی اللہ ان کے رگ وپے میں سرایت کرجاتا ہے، ان پر انبیاء کرام کے مقامِ رفیع کا انکشاف ہوجاتا ہے اور یہ کہ وہاں تک انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا کسی فرد وبشر کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے دین کا مدار ہیں، وہ امت کے معلم اول ہیں، نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور امت کے درمیان وہی رابطہ اور واسطہ ہیں، ان ہی کی ذات پر دین کی نقل وروایت کی ساری عمارت کھڑی ہے، اور پھر ان کے بعد وہ تمام اکابر امت بھی ہمارے محسن ہیں جن کی رہنمائی کے طفیل ہمیں دینِ قیم کے چشمہ صافی تک رسائی نصیب ہوئی...... یہ تمام حقائق ان حضرات کے سامنے بالکل کھل جاتے ہیں، اس بناء پر انہیں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف امت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق خاطر بڑھ جاتا ہے اور ان کی عظمت ومحبت کا نقش ان کے مقدس نفوس پر گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔

برعکس اس کے، مودودی تحریک کی خاصیت یہ ہے کہ جو شخص اس سے جس قدر زیادہ وابستہ ہوگا، اسی قدر اس کی لوح قلب پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف امت، بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ''کمزوریوں'' کا نقش ثبت ہوتا جائے گا اور اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر جب آدمی ''فنا فی المودودی'' ہوجاتا ہے تو اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام جناب مودودی صاحب سے بلکہ خود اپنی ذات سے بھی فروتر نظر آنے لگتا ہے۔ وہ خود تو اس چودہویں صدی میں ''اقامتِ دین'' کے داعی اور علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اس کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ''ٹھیٹھ اسلامی نظام'' کو برپا نہیں کرسکے۔ وہ ''ٹھیک منہاج نبوت'' پر قائم نہیں رہ سکے، ان کے دور میں جاہلیت کے فلاں فلاں جراثیم درآئے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فلاں

فلاں غلطیاں ہوئی تھیں‘ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت وکردار پر جاہلیت کے فلاں فلاں داغ دھبے تھے‘ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اقامتِ دین کے بجائے ڈپلومیسی (سیاسی چالوں) سے کام لیا۔ وغیر ذالک من الخرافات. اعاذنا اللہ منہا۔

گویا یہ دو الگ الگ راستے ہیں‘ ایک طرف اکابر اولیاء اللہ کا راستہ اور دوسری طرف مودودی تحریک کا راستہ۔ یہ دونوں نہ صرف مختلف ہیں‘ بلکہ بالکل متضاد سمتوں کو نکلتے ہیں۔ ایک کا رخ کعبہ کی طرف ہے تو دوسرے کا ترکستان کی طرف۔ ایک انبیاء کرام کی عصمت، صحابہ کرام کی عظمت اور اسلاف امت کی محبت پر ختم ہوتا ہے تو دوسرا ان کی حقارت ونفرت پر۔ ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ امت کو آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دامنِ رحمت وشفاعت سے وابستہ کرتا ہے اور دوسرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متنفر کرکے ”رسولِ خدا کے سوا کسی کو معیارِ حق نہ سمجھے“ کی وادیوں میں بھٹکا دیتا ہے۔

اکابر اہل اللہ پر جو مودودیت سے نفرت وبیزاری کا ایک خاص حال طاری رہتا ہے، اور وہ کبھی کبھی ایک طوفان کی شکل میں بہہ پڑتا ہے، اس کی توجیہ میرے ناقص خیال میں یہی ہے کہ وہ صحابہ کرام کو ”رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ“ کا تاجِ کرامت پہنے ہوئے صدر نشین‘ مقامِ قرب ورضا دیکھتے ہیں اور یہ حقیقت ان پر کھل جاتی ہے کہ امت اسی وقت امت ہے جبکہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کی دامن رسالت سے وابستہ ہو۔ جن لوگوں کو وہ دیکھتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احسان نافراموش ہیں، وہ ان حضرات کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے کٹے ہوئے ہیں‘ انہیں ان کے سلب ایمان کا خطرہ بے چین کردیتا ہے...... یہ راز ہے ان کی مودودیت سے نفرت وبیزاری کا..... عام سطح کا آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ یہ بزرگ خواہ مخواہ ایک ”داعیٔ حق“ اور ”مفکرِ اسلام“ کے پیچھے پڑ گئے ہیں‘ مگر انہیں کون بتائے کہ یہ حضرات لوگوں کو ”داعی حق“ سے نہیں ہٹاتے‘ بلکہ ”داعیٔ برحق“ ﷺ کے دامن سے وابستہ کرنا چاہتے ہیں اور جس سراب میں یہ لوگ بھٹک رہے ہیں‘ اس سے انہیں نکالنا چاہتے ہیں۔

حضرت بنوری قدس سرہ ہمیشہ مودودی تحریک کے مخالف رہے اور وہ ایک عرصہ سے اس پر فیصلہ کن ضرب لگانا چاہتے تھے‘ اس کے لئے انہوں نے مودودی لٹریچر اور ضروری مواد بھی فراہم کرلیا تھا، مگر اس خیال سے رک رک جاتے تھے کہ کہیں موجودہ احوال وظروف میں یہ خلافِ مصلحت نہ ہو‘ تا آنکہ وہ وقت آپہنچا کہ انہیں اپنا پیمانۂ عمر لبریز ہوتا نظر آیا، اور انہوں نے آخری وقت میں اس فریضہ سے سبکدوش ہونے کا فیصلہ کرہی لیا۔ خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”وکنت برهة من الدهر تعوقني طبيعتي عن الكتابة في الموضوع ......

حتی قرب الرحیل الی دیار الآخرۃ وکان الامر کما قیل :

’’قرب الرحیل الیٰ دیار الآخرہ= فاجعل الٰھی خیر عمری آخرہ‘‘

......قمت بعد الاستخارات و تفکیر طویل الی الانتقاد، ذباً عن حریم الدین، ابتغاءً لوجہ ا للہ الکریم. دون ایّ جنوح الیٰ مطامح الدنیا ومطامعھا، وکفی بالمرء شقاوۃً جاوز سنہ سبعین عاماً ولا یزعہ وازع عن سخط اللہ‘‘. (الاستاذ المودودی،ص:۲/۲)

ترجمہ:...’’ایک زمانے سے میری طبیعت مجھے اس موضوع پر قلم اٹھانے سے روکتی رہی......تا آنکہ دیار آخرت کی طرف کوچ کا وقت قریب آپہنچا، اور وہی حالت ہوگئی جو ایک شعر میں ذکر کی گئی ہے کہ:

’’آخرت کی طرف کوچ کا وقت قریب آلگا ہے، الٰہی! میری عمر کا بہتر حصہ آخری حصہ کو بنا‘‘......پس میں بہت سے استخاروں اور طویل غوروفکر کے بعد مودودی افکار پر تنقید کے لئے کھڑا ہوا، مقصود محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے حریم دین کی پاسبانی ہے، کوئی دنیوی مفاد قطعاً پیش نظر نہیں، آدمی کی شقاوت کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کی عمر ستر سے اوپر ہو، لیکن اس کے باوجود اسے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے نہ روک سکے‘‘۔

اور اس کی ظاہری تقریب یہ ہوئی کہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدظلہ العالی کا رسالہ ’’فتنہ مودودیت‘‘ چھپ کر آیا تو حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمائش ہوئی کہ اس کا عربی ترجمہ کرادیا جائے اور اس پر ایک مقدمہ تحریر فرمادیا جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کا کام جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کے سپرد فرمایا اور خود اس پر مقدمہ لکھنے بیٹھے تو وہ مستقل رسالہ بن گیا:

’’افسانہ کہ گفت نظیری کتاب شد‘‘

یہ رسالہ ’’الاستاذ المودودی وشیئی من حیاتہٖ و افکارہٖ‘‘ کے نام سے شائع ہوا۔ حضرت کا ارادہ تھا کہ اس سلسلہ کے دس حصے رقم فرمائیں۔ دو شائع ہو چکے ہیں اور تیسرا زیر قلم تھا کہ خاتمہ بالخیر کا پیغام آپہنچا اور حصہ دوم کا یہ شعر الہامی ثابت ہوا:

’’قرب الرحیل الیٰ دیار الآخرہ
فاجعل الٰھی خیر عمری آخرہ‘‘

اگر حق تعالیٰ نے کسی کو نورِ ایمان اور چشم بصیرت عطا کی ہو تو ان دو حصوں میں حضرت نے جو کچھ لکھ دیا ہے وہ موعظت وعبرت کے لئے کافی ہے۔ حصہ اول میں سب سے پہلے مودودی صاحب کا مرقع زندگی پیش کرتے ہوئے ان کے زیغ وضلال کے منبع کی نشاندہی فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ موصوف کو کسی باخدا عالم محقق کے جوتے سیدھے کرنے کی سعادت میسر نہیں آئی، ان کی ذہنی وقلبی تربیت کسی استاذ کے یہاں نہیں ہوئی، بلکہ دیگر کجرووں کی طرح

ان کی معلومات کا سارا سرمایہ خود ان کے ذاتی مطالعہ کا نتیجہ ہے‘ ان کے ذہن میں اسلام کا جو خاکہ ہے وہ بھی ان کا خود اپنا مرتب کردہ ہے اور ان کے نزدیک حق و باطل اور صحیح و غلط کا معیار بھی خود ان کی اپنی پسند و ناپسند ہے‘ ان کا علم قلب کا نہیں‘ بلکہ قلم کا ہے۔ اس لئے ان کا طرزِ فکر علماء راسخین کا نہیں‘ بلکہ زائغین کا ہے۔

بدقسمتی سے مودودی صاحب کو ناپختہ عمری میں نیاز فتح پوری جیسے ملحد کی دوستانہ صحبت میسر آئی‘ جس نے غیر شعوری طور پر ان کی قلمی صلاحیت کو بھی زیغ آلود کردیا اور ذاتی مطالعہ میں جو سلامتی فکر کی توقع کی جاسکتی تھی‘ وہ بھی جاتی رہی‘ اسی حالت میں مودودی صاحب نے ”قلم کو ذریعہ معاش“ بنانے کی ٹھان لی اور اس دن سے آج تک وہ یہی شغل فرمارہے ہیں۔ مودودی صاحب کا یہ اقتباس ان کی شخصیت کا شفاف آئینہ ہے:

”ڈیڑھ سال کے تجربات نے یہ سبق دیا کہ دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لئے اپنے پیروں پر آپ کھڑا ہونا ضروری ہے‘ اور معاشی استقلال کے لئے جدوجہد کے بغیر چارۂ کار نہیں‘ فطرت نے تحریر و انشاء کا ملکہ ودیعت فرمایا تھا‘ عام مطالعہ سے اس کو اور تحریک ہوئی۔ اسی زمانہ میں جناب نیاز فتح پوری سے دوستانہ تعلقات ہوئے‘ اور ان کی صحبت بھی وجہ تحریک بنی‘ غرض ان تمام وجوہ سے یہ فیصلہ کیا کہ قلم ہی کو وسیلۂ معاش قرار دینا چاہئے۔“ (الاستاذ المودودی حصہ اول‘ ص:۷‘ بحوالہ مولانا مودودی: اسعد گیلانی ص:۷۲)

الغرض ان کی ذہنی ساخت میں بنیادی طور پر دو نقص تھے: ۱:- ایک صحیح تربیت کا فقدان‘ ۲:- دوسرے ناپختگی کے عالم میں ایک ملحد کی صحبت و رفاقت‘ ان دو باتوں کے ساتھ جب قلم کی سلاست ہم آہنگ ہوئی تو نتیجہ ”انا ولا غیری“ کی شکل میں نکلا۔ چنانچہ یہی شخص جو عنفوانِ شباب سے دنیا میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لئے مضطرب اور ”معاشی استقلال کی جدوجہد“ کے لئے فکرمند تھا اور جس نے نیاز فتح پوری سے دوستانہ تعلقات استوار کئے اور اس کی صحبتِ کیمیاء اثر سے متاثر ہوکر قلم کو ”وسیلۂ معاش“ بنانے کا فیصلہ کیا‘ اس نے جب بدقسمتی سے اسلامی موضوعات پر ”مشق ناز“ شروع کی تو اپنے تئیں مجتہد سمجھ لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر مجدد الف ثانی‘ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور سید احمد شہید بریلوی رحمہم اللہ ایسے اکابر اسے گرد راہ نظر آنے لگے اور اس کا ”وسیلۂ معاش“ قلم نہ صرف ایک ایک کے نقائص اگلنے لگا‘ بلکہ یہاں تک ارشاد ہوا کہ دینِ اسلام کے چار میں سے تین حصے زمانہ رسالت کے بعد لوگوں کی سمجھ ہی میں نہیں آئے۔ گویا تین چوتھائی دین کا انکشاف پہلی مرتبہ نیاز فتح پوری کے رفیق و ہمنشین کو ہوا۔ اس پر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی حمیتِ دینی جوش میں آتی ہے۔ فرماتے ہیں:

”هل يكون جهل فاضح من هذا؟ لم يعرفه احد من العرب ولا من العجم من اللغويين والمفسرين والمحدثين وارباب البلاغة وائمة العربية من

اقدم العصور الی الیوم، وانما فهمها رجل عجمی لایجید اللغة العربیه لانطقاً ولا کتابةً، ولا یکاد یفهمها الا بشق النفس بمعونة التراجم الاردویه...... فهل رأیت یاسبحان اللہ! کلاماً ابعد عن العقول من هذا الدعویٰ''. (ج:۱ص:۱۹)

ترجمہ:...''اس سے بڑھ کر بھی کوئی رسوا کن جہل ہوگا؟ قرونِ اول سے لے کر آج تک تو ان امور کو کسی نے نہ جانا، نہ کسی عربی نے' نہ عجمی نے، نہ اہل لغت نے، نہ مفسرین ومحدثین نے، نہ اربابِ بلاغت اور ائمہ عربیت نے' ان کو سمجھا تو ایک ایسا عجمی سمجھا جو لغتِ عربی سے واقف نہیں' نہ عربی بول سکتا ہے نہ لکھ سکتا ہے۔ بصد مشکل عربی سمجھ سکتا ہے اور وہ بھی اردو ترجموں کی مدد سے......

انصاف کیجئے کیا اس دعویٰ سے بڑھ کر بھی آپ نے کوئی غیر معقول بات کبھی دیکھی سنی؟''۔

مودی صاحب کی شخصیت کا جائزہ اور اس کی ذہنی وفکری سطح کا جو حدود اربعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا ہے' وہ مودودی تحریک کی حقیقت وماہیت کو سمجھنے کے لئے کافی وشافی ہے' اس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ کے دونوں حصوں میں مودودی افکار کا جائزہ لیا ہے' اور اس پر عالمانہ انداز میں بحث کی ہے۔ یہاں اگر ان مباحث کا خلاصہ بھی پیش کیا جائے تو غیر ضروری تطویل کا موجب ہوگا۔ اس لئے قارئین کو اصل رسالہ کی طرف مراجعت کا مشورہ دیتے ہوئے یہاں چند اقتباسات پر اکتفا کرتا ہوں۔

مودودی صاحب کی شخصیت وافکار کا بھرپور جائزہ لینے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی رائے ان الفاظ میں قلمبند کرتے ہیں:

''وقد دعت الحال الی ان انادی علی رؤس الاشهاد ان الرجل زائغ، ضال، مضل. فی کتبه ورسائله طامّات، منها ما یوجب الفسق، ومنها مایوجب الابتداع فی الدین، ومنها مایوجب الحاد، ومنهاما یوجب ماسکت عنه، وفی بعضها دلالة علی جهله بالدین، وغباوته علی الیقین، وتضارب وتهافت فی بیاناته وکتاباته وتجهیل للسلف الصالحین من اقدم العصور الی یومنا هذا. فهذاالحط عن جهود السلف الصالحین والمؤاخذة علیهم یدل علی اعجاب رأیه مالایتحمل، وکبرله فی سجیته مالایستساغ''.

ترجمہ:...''حالات کا تقاضا ہے کہ میں علی رؤس الاشہاد اعلان کردوں کہ یہ شخص کجرو، گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے۔ اس کی کتب ورسائل میں طامات ہیں۔ ان میں سے بعض فسق کی موجب ہیں، بعض ابتداع فی الدین کی

موجب ہیں، بعض الحاد کی موجب ہیں، اور بعض ایسی چیز کی موجب ہیں، جس سے میں سکوت کرتا ہوں، اس کی بعض تحریریں اس کے جہل بالدین اور غباوت علی الیقین پر دلالت کرتی ہیں، اس کے بیانات اور تحریروں میں تضارب اور تہافت اور قدیم تر زمانہ سے لے کر آج تک کے تمام سلف صالحین کی تحمیق وتجہیل پائی جاتی ہے، پس سلف صالحین کی کوششوں کو گرانا اور ان اکابر پر مؤاخذہ کرنا دلالت کرتا ہے کہ اس کی رائے میں ناقابلِ برداشت خود پسندی ہے اور اس کی فطرت میں ایسا کبر ہے جو گوارا نہیں کیا جاسکتا۔" (حصہ اول، ص:۱۶)

ایک جگہ مودودی صاحب کی کجروی پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وکلامه هذا یدل علی انه رجل ماله صلة بالاسلام، اوهو حدیث عهد بالاسلام، لایعرف النبوة ولاالنبی ولاالرسول ولا حقائق التعبیرات القرآنیه". (حصہ دوم، ص:۳۳)

"اور اس کا یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، یا وہ نیا نیا اسلام میں داخل ہوا ہے جو نہ نبوت کو جانتا ہے، نہ نبی کو، نہ رسول کو اور نہ قرآنی تعبیرات کے حقائق کو"۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"وقام فی هذا المقام مقام رجل لیس فی قلبه ایمان. ینتقم من الاسلام والمسلمین". (ص:۳۶، حصہ دوم)

"اس مقام میں مودودی ایک ایسے شخص کا پارٹ ادا کر رہا ہے جس کے دل میں ایمان نہ ہو اور جو اسلام اور مسلمانوں سے انتقام لے رہا ہو"۔

ایک اور جگہ حدیث نبوی کے مقابلہ میں مودودی کی گستاخی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ثم هو یکذب الحدیث الصحیح الصریح فی اصح الکتب بعد کتاب الله لاجل عدم قبول عقله ایاه، فیلعب بعقله وجهله بامثال هذه الاحادیث الصحیحة الصریحة. فأُفٍ لمثل هذا العقل السخیف الذی یتعقب حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم الصحیح". (ص:۴۲، حصہ دوم)

ترجمہ:... "پھر ان تمام بے ہودگیوں کے بعد وہ ایسی حدیث صحیح وصریح کی تکذیب کرتا ہے جو اصح الکتب میں موجود ہے، محض اس لئے کہ اس کی عقل اس حدیث کو قبول نہیں کرتی، پس وہ اس قسم کی احادیث صحیحہ صریحہ کو اپنی عقل وجہل کا کھلونا بناتا ہے، تف ہے ایسی عقلِ سخیف پر جو رسول اللہ ﷺ کی حدیثِ صحیح کی تردید کرے"۔

مودودی صاحب کے زہر افشاں قلم سے انبیاء کرام اور صحابہ عظام کے اخلاق اور سیرت وکردار پر جو

چھینٹے پڑے ہیں‘ ان کی مثالیں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ انبیاء و رسل کے حق میں اس کا کام اس قدر گھناؤنا ہے کہ اسے گوارا نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں بھی۔ یہ اس کی ”تفہیم القرآن“ سامنے موجود ہے۔ میں نہیں سمجھ سکا اور نہ میرا خیال ہے کہ یہ معمہ میری سمجھ میں آسکے گا کہ مودودی کے معتقدین کی نظر سے یہ چیزیں کیوں مخفی ہیں۔“ (ص:۴۳، حصہ دوم)

اور ان تمام مباحث کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں:

”بہرحال یہ بات سپیدۂ صبح کی مانند روشن ہوچکی ہے کہ مودودی نے ...... اللہ تعالیٰ اسے حق کی طرف ہدایت دے، بڑے بڑے انبیاء کرام کی توہین کی ہے‘ چنانچہ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت یوسف، حضرت داؤد، حضرت یونس، حتیٰ کہ خاتم النبیین‘ حبیب رب العالمین سید ولد آدم علیہ وعلیہم صلواۃ اللہ وسلامہ وتحیاتہ الی یوم الدین کے حق میں ایسے قبیح الفاظ استعمال کئے ہیں جو نہایت خطرناک ہیں۔

اور فقہائے امت‘ اعیان اسلام اور بحور علم نے اس قسم کے لوگوں کے بارے میں جو حکم دیا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الخراج“ میں قاضی عیاض نے ”الشفا“ میں۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”الصارم المسلول“ میں، تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ”السیف المسلول“ میں۔ فقیہ شام ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنبیہ الولاۃ والحکام“ اور امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ”اکفار الملحدین“ میں اس مسلمان کے بارے میں صاف لکھا ہے کہ جو رسولِ امت ﷺ کے حق میں بدگوئی کرے، یا آپ کی تکذیب کرے یا کوئی عیب لگائے یا تنقیص کرے، یا کسی اور نبی کے حق میں بدگوئی یا عیب جوئی کرے۔ اور یہ حکم شرعی ایسا ہے کہ جس پر سب کا اتفاق واجماع ہے جو چاہے ان کتابوں میں دیکھ لے، کیونکہ سبکی کی کتاب کے علاوہ یہ سب مطبوعہ موجود ہیں۔“ (ص:۴۳، حصہ دوم، ملخصاً)

اور حضرت نے مودودی صاحب کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ تو ان کے رسالہ ”الاستاذ المودودی“ میں محفوظ ہے‘ مگر یہ بات شاید بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں ہوگی کہ جن دنوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ رسالہ تصنیف فرمارہے تھے، باقاعدگی سے مودودی صاحب کے حق میں طولِ حیات اور رجوع الی الحق کی دعائیں بھی فرماتے رہے۔ حضرت ﷺ نے اپنے رسالہ میں بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے‘ لکھتے ہیں:

”وکذالک صاحبنا لو سبقنا الی رحیل الآخرۃ‘ ثم نقوم بالنقد علیہ بعد ان قضٰی نحبہ‘ لقیل سکتوا فی حیاتہٖ عجزاً او جھلاً‘ ونطقوا بعد رحیلہٖ فقاموا ینبشون علیہ جدثہ‘ وعسٰی ان یکون النقد والمؤاخذۃ فی آخر

حیاتہ انفع للتروی و کبح الشکیمۃ' وربما یوفق الی الا نابۃ والرجوع، حیث ان ادبار الدنیا واقبال الآخرۃ خیر وازع واحسن رادع، وقرب الأجر حافز الی التوبۃ والانابۃ''.

ترجمہ:... ''اوراسی طرح یہ خیال بھی تھا کہ اگران صاحب نے ہم سے پہلے آخرت کی طرف رجوع سفر باندھ لیا، اس کے بعد ہم نے تنقید کی تو کہا جائے گا کہ اس کی زندگی میں تو عجز یا جہل کی وجہ سے خاموش رہے اور اس کے جانے کے بعد زبانیں کھل گئیں، اور گڑے مردے اکھاڑنے لگے۔ نیز یہ توقع بھی تھی کہ ان صاحب کی آخری زندگی میں ان پر تنقید ومؤاخذہ ان کے غور وفکر اور رہوار قلم کی لگام کھینچنے میں زیادہ نافع ہے۔ بسا ممکن ہے کہ اس کو انابت اور رجوع کی توفیق ہو جائے' کیونکہ دنیا کا پشت پھیرنا اور آخرت کا سامنے آنا بہترین روکنے والی چیز ہے اور قرب اجل توبہ وانابت پر آمادہ کرنے والی ہے''۔ (ج:۲' ص:۲)

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ کی جلالتِ قدر اور علوّ مرتبت سے کون ناواقف ہے؟ علامہ اقبال کے الفاظ میں ''علوم اسلامی کی جوئے شیر کا فرہاد'' جس کے سامنے بڑے بڑے جبالِ علم مورِ ناتواں نظر آتے ہیں' ان کی بے نفسی وتواضع، خلوص وللّٰہیت اور محاسبۂ آخرت کی فکر دیکھئے کہ وہ آخری عمر میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں:

''مجھ سے ابتدائی دور میں بعض قلمی لغزشیں ہوئی ہیں، ان میں کچھ چیزوں پر تو مجھے تنبہ ہوا اور میں نے ان کی اصلاح کرلی ہے' مگر میں چاہتا ہوں کہ آپ (حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ) جیسے حضرات میری کتابیں غور سے پڑھیں اور ان میں کوئی لغزش نظر آئے تو مجھے متنبہ فرمائیں' تاکہ میں ان سے رجوع کرلوں''۔

حضرت سید صاحب کا یہ ارشاد راقم الحروف نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تھے کہ جناب مودودی صاحب بھی مسلکِ اہلِ حق کے مطابق اپنی لغزشوں سے رجوع کرلیں اور ان کی تحریروں سے نوخیز طبقہ میں جو نظریاتی کجی پیدا ہوگئی ہے اس کی اصلاح ہو جائے۔

دنیا میں شاید سب سے آسان کام دوسروں کی غلطی نکالنا اور سب سے مشکل کام اپنی غلطی کا اعتراف کرنا ہے' خصوصاً مودودی صاحب شہرت کی جس منزل میں ہیں' اس کے لئے یہ کام اور بھی مشکل ہے، تاہم اگر وہ اپنی غلطیوں سے رجوع کرلیں تو ان میں ان کی خفت نہیں' بلکہ ان کے وقار میں اضافہ ہی ہوگا۔ اگر تفصیلاً نہیں تو کم از کم اجمالاً ہی اعلان کردیں کہ میری تحریروں اور کتابوں میں سلف صالحین اور مسلکِ اہلِ حق کے خلاف جو بات بھی ہو' میں اس سے رجوع اور ایسے تمام امور سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ بہرحال جناب مودودی صاحب یا ان کی جماعت کے احباب حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو رائے بھی قائم کریں، مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ

نے جو کچھ لکھا' پوری بصیرت، شرح صدر اور خلوص سے لکھا' امت کی اور سب سے بڑھ کر خود مودودی صاحب کی خیر خواہی کے جذبے سے لکھا ہے۔ وہ بار بار درد اور سوز سے فرمایا کرتے تھے کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مودودی صاحب کے قلم نے جو چھینٹے اڑائے ہیں اگر موصوف نے ان سے رجوع نہ کیا تو مجھے ان کے حق میں سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ ''ایں ہماں ریداست کہ درآخر تجرید خوردی''۔

عباسی فتنہ

مودودی تحریک جسے مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''خارجیت جدیدہ'' سے تعبیر کیا تھا (الاستاذ المودودی' ص: ۹' حصہ اول) اس کے ردعمل میں ایک اور فتنہ اٹھا جسے ''ناصبیت جدیدہ'' کا عنوان دیا جانا مناسب ہے۔ یہ محمود احمد عباسی کی تحریک تھی۔ موصوف نے ان تمام خرافات کا جو مودودی صاحب کے قلم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں سرزد ہوئی تھیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اہلِ بیت کرام سے انتقام لینا چاہا' اس تحریک کے سارے لٹریچر میں یہی روح کارفرما نظر آتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گرایا جائے اور یزید کے مقابلے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پست ثابت کیا جائے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے جس طرح مودودی فتنہ ناقابل برداشت تھا' اسی طرح یہ عباسی فتنہ بھی ناقابلِ مسامحت تھا۔ چنانچہ ایک زمانہ میں ماہنامہ ''بینات'' کے صفحات اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے وقف رہے ہیں۔ یہاں ان تمام تفصیلات کو قلم انداز کرتے ہوئے صرف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر پر اکتفا کرتا ہوں۔ کسی شخص نے ایک ایسے شخص کے بارے میں جو محمود احمد عباسی کی کتاب کی تائید کرتا ہے' حضرت سے دریافت کیا کہ کیا اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

''علمائے حق کا اتفاقی فیصلہ ہے کہ محمود عباسی کی کتاب اہلِ حق کے مسلک کے مخالف ہے اور مؤلف شعوری یا غیر شعوری طور پر شدید اور خطرناک غلطیوں میں مبتلا ہے' اس لئے اس کتاب کی تائید کرنے کا درجہ بھی یہی رہے گا' البتہ اگر جہالت سے تائید کرتا ہے تو اس کا جرم نسبتاً ہلکا ہوگا اور اگر دانستہ زیغ کی وجہ سے تائید کرتا ہے تو یہ شخص ایک خطرناک گناہ میں مبتلا ہے، اور فاسق ہے۔ فاسق کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے' اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا۔ اس کا بھی حکم وہی رہے گا جو اہل ہوئی کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ واللہ اعلم''۔

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ

۲۷ محرم ۱۳۸۱ھ

ضمیمہ نمبرا

دو تاریخی مکتوب

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جن دو مکاتیب کا حوالہ گزشتہ صفحات میں آیا ہے ان کا متن درج ذیل ہے:

شاہ فیصل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"حضرة صاحب الجلالة ، عاهل العروبة، حارس الاسلام، حضرة الملك المحبوب المعظم فيصل بن عبدالعزيز حفظه الله ورعاه وخلّد مملكته فيما يحب الله ويرضاه۔

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

سيدى ومولائى! كلُّ مسئول عندالله حسب مقدرته وطاقته، ان الله سبحانه اعطاك ووهبك ماتقدر به من خدمة الاسلام والمسلمين فى انحاء البسيطة كلها

سيدى و مولائى! علمنا انك تقوم الواجب، وقمت بالواجب بادنٰى معاينة فى الحرب بين الباكستان العزيزة وبين الهند الظالمة، فساعدت باكستان باموال واسلحة وعتاد وطائرات وبواخر۔ بذلك اصبحت مفخرةً لملوك الاسلام والمسلمين حقًا، واصبحت محل اعجاب وتقدير فى العالم كله، فرض على المسلمين جميعاً ان يشكروك ويحمدوك من اعماق قلوبهم۔

سيدى و مولائى المليك! ان باكستان قدا حيطت بخطر عظيم من القاديانية، فقائد القوات البحرية حفيظ قاديانى، وقائد القوات الجوية شودرى ظفر قاديانى، وسبعة عشر من قواد الجنود البرية بعدالقائد "تكا خان" كلهم من القاديانيين، والحكومة اما غافلة وجاهلة، واما لعبة بيدالقوات الاستعمارية بريطانية وامريكا۔ واخذت تعزل عن بقية المناصب العسكرية المسلمين والسنّيين، وتنتخب بدلهم الكفار القاديانيين۔

ولاريب ان القاديانيين وامامهم المتنبئ الكاذب۔ قبحه الله۔ كل من اغراس

بـريـطـانية ووليدة الاستعمار البريطاني۔ ومن معتقداتهم ان الحكومة البريطانية ظل اللّٰه فی الارض، وان الـجـهاد منسوخ، ويجب على المسلمين جميعاً ان ينصروها الیٰ غير ذلك من كـفـر وهذيان۔ وهؤلاء يفكرون فی ان يعود للبريطانية مجدها الغابر، وتكون باكستان بيد هـؤلاء الـقـاديـانـيـين وسيـلـةً لـلـبـريطانية فی كيدهم ومكرهم بالاسلام والمسلمين جميعًا خـصـوصاً العرب، ويكون لها سلطة على البحر الاحمر من جديد، ومن نتائج هذه المؤامرة الوخيمة العواقب غير خافية على جلالتكم

فيـامـولائـی! الـرجـاء ان تـنـصـروا الآن بـاكـسـتـان روحيًـا بانقاذها عن مخالب الـقـاديـاتـيين وبـان تنبه الرئيس "بوتو" بتلك العواقب الوخيمة المظلمة، كيلا يكون خطراً على الاسلام وعلى نفسه قبل الاسلام، وان تنبه "بوتو" من غفلته

والـغرض ان تقوموا بالقضاء على هذه البلية ذات خطورة عظيمة بكل ماامكنكم مـن جـهـد بـليغ فی ردع "بوتو" وتقويم اوده، واقامة عوجه، وان تقوموا للّٰه بكل مااعطاكم اللّٰه من حول وطول قيام خليفة وامام للمسلمين فی حنكة وبصيرة وقوة۔

ونحن نتمنیٰ لجلالتكم كل خير وسعادة ان يتم بيدكم الكريم انقاذ بلاد الاسلام عـن تلك الدسائس والمؤامرات اللعينة، ابقاكم اللّٰه ذخرًا للاسلام وملاذا للمسلمين وخلد مملكتكم الكريمة فی ظل ربانی الهی، ترفرف اعلامه على بلدكم

وفـی الـخـتـام تقبلوا اطيب تحياتی لجلالتكم، واغلیٰ تمنياتی لبلادكم۔ والسلام عليكم ورحمة اللّٰه وبركاته۔

مخلصكم محمد يوسف البنوری

مدير المدرسة العربية الاسلامية بكراتشی

وخادم الحديث النبوی الكريم بها"

......☆......☆......☆......

کرنل قذافی کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"صاحب المآثر الفاخرة المباركة حضرة الاخ عقيد معمر القذافی، رئيس الجمهورية الليبية حفظه الله ورعاه۔ تحية طيبةً وسلاماً وافرًا واشواقا كريمة

وبعد: فانی كنت تشرفت بزيارتكم الكريمة حين كنت مندوباً فی مؤتمرالدعوة الاسلامية الاوّل بطرابلس، والحمدللّٰه قد وقع فی قلبی محبتكم فی اول وهلة، لما رأيت فی شخصيتكم الكريمة من ملامح الاخلاص وقوة الايمان وسلامة الفطرة، كل مااعجبنی وراقنی، ثم ماسمعنا وماوصل الينا كل خير وسعادةٍ بما اصبحتم به حقًا كل اعجاب وتقدير ومفخرة للاسلام والمسلمين، ابقاكم اللّٰه ذخرًا للاسلام وملاذاًللمسلمين، ورفع بوجودكم المبارك راية المجد والعزة للاسلام والعروبة جميعًا۔ امين

ايها الاخ الكريم! ان مااحسنتم الى الحكومة الباكستانية من تائيد لموقفها، وتقوية بكل مااستطعتم من حول وطول' فقد علمناه اجمالاً۔ واللّٰه سبحانه يكافئكم بذلك الجميل، واحسن اليكم كل احسان فی الدنيا والآخرة۔امين

وان مااحيطكم به علمًا ان دولة باكستان قد احيطت بخطر عظيم، وهوالفتنة القاديانية، اوالثورة القاديانية، وان قائد القوات البحرية قاديانی كبير، وان قائد القوات الجوية قاديانی، وان القواد فی الجيش البری تحت "تكا خان" سعبة عشر رجلاً كلهم قاديانيون، وسيحال "تكا خان" الٰی التقاعد قريباً بعد شهور۔ وبدأت الحكومة تعزل غيرالقاديانيين من المسلمين فی الافواج البرّية والبحرية والجوية، وتنتخب بدلها من الكفار القاديانيين، والمشير الاقتصادی للرئيس "بوتو" قاديانی شهير ايم ايم احمد۔ وان سرظفر اللّٰه خان قاديانی خبيث داهية، له اتصالات مع الرئيس، والرئيس يطاوعه فی مايريد۔

ولعل سيادة الاخ الكريم لايخفی عليه ان هذه الطائفة زعيمها الضال المضل المرزا غلام احمد القاديانی تنبأ، وادعی النبوةً اخيرًا بعد ماكان اعلن اوّلاً انه مجدّد ومسيح موعود ومهدی، ومن عقائده ان الدولة البريطانية ظل اللّٰه فی الارض، وان الجهاد منسوخ، وان مناصرة البريطانية من اطاعة اللّٰه وما الٰی ذالك من كفر وهرأ۔ وان لهم فی باكستان

الغربية بعدالقاديان (بقعة فى الهند) ”ربوة“ كالعاصمةلهم، فيها نشاط كبير من كل تدبير ضدالاسلام والمسلمين، ولايتحمل هذالخطاب المرتجل الملخص تلك التفاصيل۔ فالرجاء من سيادتكم : اما اوّلاً : فان تنبهوا الرئيس ”بوتو“ بهذالخطر العظيم من ثورة قاديانية، ودخول البلاد تحت حكم دولة قاديانية، واعادة لمجد بريطانيا الزائل مرّة اخرى فى البحر الاحمر وضغط على الدول العربية والمسلمين جميعًا فى وقت واحد۔

فالرجاء ان تحسنوا الى هذه الدولة الباكستانية من انقاذها من مخالب القاديانية اوبعبارة اخرىٰ ادق من مخالب البريطانية، كمااحسنتم سابقاً من تقويتها بطائرات واموال وعتاد واسلحة، وان تقوموا فى تقويم اودالرئيس ”بوتو“ واقامة عوجه بكل تدبير وحكمة وحزم، نصيحة لله ولرسوله وللاسلام وللمسلمين جميعًا

وما من شك ان ذلك خدمة عظيمة للاسلام بما يرضى الله ورسوله، وبتلك مايرجى منه سد هذه الثلمة ورتق هذالفتق، ”فقد بلغ السيل الزبى“ كما يقال فى المثل السائر والله سبحانه يكون فى عونكم ونصركم ”وان تنصروا الله ينصركم ويثبت اقدامكم۔“

واما ثانيًا : فابعاد كل قاديانى دخل فى الجمهورية الليبية باسم الطبيب والمهندس۔ ونحن نسمع انه وصل الى مملكتكم الكريمة عدة كبيرة، ومنهم فى طرابلس الدكتور خليل الرحمن المتخصص لعلاج السرطان بالاشعة، وانا اجتهد ان نبحث عن هٰؤلاء، ونخبركم بهم نصيحة لله ولرسوله ولكتابه ولائمة المسلمين۔ واسأل الله سبحانه وتعالى ان يسدّد خطاكم فى خدمة الاسلام وتقوية المسلمين، وان ينزل عليكم نصرًا غيبيًا، ويحفظكم من اعداء الاسلام، ويقويكم فى رضائه وخدمة دينه، وان يتم بيدكم الكريمة كل خير و سعادة مايكون منه مجد الاسلام والمسلمين فى مشارق الارض ومغاربها۔ والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

مخلصكم محمد يوسف البنورى
خادم المدرسة والحديث النبوى الكريم فى كراتشى
ومندوب موتمر الدعوة الاسلامية الاوّل“

☆……☆……☆……

ضمیمہ نمبر۲

رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد

مکہ مکرمہ میں ربیع الاول ۱۳۹۴ھ اپریل ۱۹۷۴ء میں ایک بین الاسلامی عظیم الشان کانفرنس میں ۲۴ تنظیموں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس نے قادیانیت کے بارے میں جو قرارداد متفقہ طور پر منظور کی، اس کا متن حسبِ ذیل ہے:

”القادیانیة نحلة هد امة، تتخذ من اسم الاسلام شعارًا لسترا غراضها الخبیثة۔ وابرز مخالفتها للاسلام ادعاء زعیمها النبوة، وتحریف النصوص القرآنیة وابطالهم الجهاد

القادیانیه ربیبة الاستعمار البریطانی، ولاتظهر الا فی ظل حمایته تخون القادیانیة: قضا یاالامة الاسلامیة وتقف موالیة للاستعمار والصهیونیة، تتعاون مع القوی الناهضة للاسلام، وتتخذ هذه القوی واجهة لتحطیم العقیدة الاسلامیة وتحریفها۔ وذلك بما یأتی:

الف:- انشاء معابد تمولها القویٰ المعادیة، ویتم فیها التضلیل بالکفر القادیانی المنحرف۔

ب:- فتح مدارس ومعاهد وملاجی للایتام، وفیها جمیعًا تمارس القادیانیة نشاطها التخریبی لحساب القوی المعادیة للاسلام۔

ج:- وتقوم القادیانیة بنشر ترجمات محرفة لمعانی القرآن الکریم بمختلف اللغات العالمیةو المقاومة خطرها قررالمؤتمر:

۱- تقوم کل هیأةٍ اسلامیة بحصر النشاط القادیانی فی معابدهم ومدارسهم وملاجئهم وکل الا مکنة التی یمارسون فیها نشاطهم الهدام فی منطقتها، وکشف القادیانیین والتعریف بهم للعالم الاسلامی تفادیا للوقوع فی حبائلهم

۲- اعلان کفر هذه الطائفة وخروجها علی الاسلام۔

۳- عدم التعامل مع القادیانیین اوالاحمدیین ومقاطعتهم اقتصادیًا واجتماعیًا وثقافیًا۔ وعدم التزوج منهم، وعدم دفنهم فی مقابر المسلمین ومعاملتهم باعتبارهم کفاراً۔

٤- مطالبة الحکومات الاسلامیة بمنع کل نشاط لاتباع مرزا غلام احمد مدعی النبوة، واعتبارهم اقلیةً غیر مسلمة ویمنعون عن تولی الوظائف الحساسة اللدولة۔

٥- نشر مصورات لکل التحریفات القادیانیة فی القرآن الکریم مع حصر الترجمات القادیانیة لمعانی القرآن والتنبیه علیها، ومنع تداول هذاه الترجمات“

ترجمہ:....’’قادیانیت ایک نہایت خطرناک باطل مذہب ہے جو اپنی اغراضِ خبیثہ پر پردہ ڈالنے کے لئے اسلام کے نام کا لبادہ اوڑھتا ہے‘ اس کی اسلام سے مخالفت ان باتوں سے ظاہر ہے‘ ان کے بانی کا دعویٰ نبوت کرنا‘ قرآنی آیات میں تحریف کرنا اور جہاد کے باطل ہونے کا فتویٰ دینا۔

قادیانیت کی داغ بیل برطانوی سامراج نے ڈالی، اسی نے اسے پروان چڑھایا اور یہ سامراج کے ظل حمایت ہی میں پنپتی ہے۔ قادیانیت نے امتِ اسلامیہ کے مفادات سے ہمیشہ غداری کی ہے۔ وہ سامراج اور صیہونیت کی حلیف رہی ہے اور انہی اسلام دشمن طاقتوں کے بل بوتے پر وہ اسلامی عقائد کو پامال کرنے اور ان میں تحریف کرنے میں سرگرم ہے۔ اس کا طریقہ کار حسبِ ذیل رہا ہے۔

الف:- اسلام دشمن طاقتوں کی مدد سے دنیا میں ’’مساجد‘‘ کے نام پر اڈے تعمیر کرنا، جن میں قادیانی کفرو ارتداد کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کیا جائے۔

ب:- مدارس، اسکولوں اور یتیم خانوں کے نام پر اڈے بنانا، جن میں اسلام دشمن طاقتوں کے منشاء کے مطابق قادیانیت کی سازشی سرگرمیوں کی تربیت دی جائے۔

ج:- دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کی تحریف شدہ ترجمے پھیلانا، قادیانیت کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے کانفرنس نے یہ طے کیا:

۱۔ دنیا کی تمام اسلامی تنظیمیں اور جماعتیں قادیانیوں کے معابد، مدارس اور یتیم خانوں اور ان تمام جگہوں میں جہاں جہاں قادیانی سرگرمیاں جاری ہیں، ان پر کڑی نگرانی رکھیں‘ ان کی سازشوں کا محاسبہ کریں‘ لوگوں کو قادیانیوں کے جال سے بچانے کے لئے انہیں بے نقاب کریں اور عالمِ اسلام کو ان کی حقیقت سے آگاہ کریں۔

۲۔ اس گروہ کے کفر اور خارج از اسلام ہونے کا اعلان کیا جائے۔

۳۔ قادیانیوں سے کوئی لین دین نہ کیا جائے‘ بلکہ ان سے اقتصادی، معاشرتی، اجتماعی بائیکاٹ کیا جائے‘ ان سے شادی بیاہ نہ کیا جائے‘ انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا جائے اور ہر بات میں ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو کافروں سے کیا جاتا ہے۔

۴۔ اسلامی حکومتوں سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ قادیانیوں کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی لگائیں‘ انہیں قانونی طور پر ’’غیر مسلم اقلیت‘‘ قرار دیں اور انہیں کسی اسلامی ملک میں کوئی ذمہ دارانہ عہدہ نہ دیا جائے۔

۵۔ قرآن کریم میں قادیانیوں کی تحریفات سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے‘ قادیانی تراجم کو ضبط کیا جائے۔ ان کی ترویج واشاعت کا انسداد کیا جائے۔

......☆......☆......☆......

ضمیمہ نمبر ۳

تاریخ ساز فیصلہ

''مجلس عمل تحریک ختم نبوت'' کے پارلیمانی رہنماؤں نے ذیل کا خط اپنے دستخطوں سے اسپیکر کو لکھا:

جناب اسپیکر صاحب، قومی اسمبلی، پاکستان

جنابِ مکرم! ہم درج ذیل تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں:

ہرگاہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔

اور یہ کہ جھوٹ پر مبنی اس کا دعویٰ نبوت، قرآن کریم کی بے شمار آیات کو (نعوذ باللہ) جھوٹا ثابت کرنے کی کوششیں اور ترکِ جہاد کی تلقین، اسلام کے اہم اور بنیادی ارکان سے اس کی کھلی غداری کے مترادف ہے۔

اور یہ کہ مسلمانوں کے اتحادِ ملی کو تباہ کرنے اور اسلام کو ایک جھوٹا مذہب ثابت کرنے کی غرض سے وہ سراسر استعمار کی تخلیق تھا۔

اور یہ کہ تمام امتِ مسلمہ کا اس امر میں اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار خواہ اس کی نبوت پر ایمان رکھتے ہوں یا اسے کسی بھی شکل میں ایک مصلح یا مذہبی رہنما مانتے ہوں، دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اور یہ کہ مکہ مکرمہ کے مقدس شہر میں ۶ اپریل سے ۱۰ اپریل تک رابطہ عالم اسلامی کے تحت منعقد دنیائے اسلام کی مختلف تنظیموں کے اجلاس نے (جس میں دنیا کے ہر حصہ سے ۱۴۰ مسلمان تنظیموں اور اداروں نے شرکت کی) متفقہ طور پر تسلیم کیا کہ قادیانیت، اسلام اور دنیائے اسلام کے خلاف یکسر تخریبی تحریک ہے، جو کذب بیانی اور فریب دہی سے اپنے آپ کو اسلام ہی کا ایک فرقہ ظاہر کرتی ہے۔

لہذا یہ اسمبلی اس امر کا اعلان کرتی ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار (خواہ وہ کوئی سا نام بھی رکھتے ہوں) مسلمان نہیں، اور یہ کہ نیشنل اسمبلی میں سرکاری طور پر ایک بل پیش کیا جائے جس سے آئین میں مناسب ترمیم ہو۔ انہیں اس ترمیم کی رُو سے اسلامیہ جمہوریہ پاکستان میں بطور غیر مسلم اقلیت اپنے حقوق و مفادات کا تحفظ حاصل ہو۔

دستخط کنندگان

۱:......مولانا مفتی محمود۔ ۲:......مولانا عبد المصطفیٰ الازہری۔

۳:......مولانا شاہ احمد نورانی۔ ۴:......پروفیسر غفور احمد۔

۵:...... مولانا سید محمد علی رضوی۔
۶:...... مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک۔
۷:...... چودھری ظہور الٰہی۔
۸:...... سردار شیر باز خان مزاری۔
۹:...... مولانا ظفر احمد انصاری۔
۱۰:...... مسٹر عبدالحمید جتوئی۔
۱۱:...... صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری۔
۱۲:...... مسٹر محمود اعظم فاروقی۔
۱۳:...... مولانا صدر الشہید۔
۱۴:...... مولانا نعمت اللہ۔
۱۵:...... مسٹر عمرا خاں۔
۱۶:...... مخدوم نور محمد۔
۱۷:...... مسٹر غلام فاروق۔
۱۸:...... مسٹر مولا بخش سومرو۔
۱۹:...... سردار شوکت حیات خاں۔
۲۰:...... مسٹر علی احمد تالپور۔
۲۱:...... راؤ خورشید علی خاں۔
۲۲:...... رئیس عطاء محمد خاں۔ (۱)

مندرجہ بالا تحریک کی بنیادوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے افہام و تفہیم کی مختلف وادیاں قطع کرنے کے بعد عبدالحفیظ پیرزادہ وزیر قانون نے اعلان کیا کہ قومی اسمبلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسبِ ذیل سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لئے بھیجی جائیں۔ (۲)

کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی رہنما کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی طرف سے اس کے سامنے پیش کردہ قومی اسمبلی کی طرف سے اس کو بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بشمول سربراہان انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن احمدیہ اشاعتِ اسلام لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہے:

الف:...... پاکستان کے آئین میں حسبِ ذیل ترمیم کی جائے۔

اول:...... دفعہ ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

دوم:...... دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق کے ذریعے غیر مسلم کی تعریف کی جائے۔ مذکورہ بالا سفارشات کے

---

(۱)...... بعد میں پندرہ مزید اراکین نے قرارداد پر دستخط کئے جن کے نام یہ ہیں: ۱: نوابزادہ میاں محمد ذاکر۔ ۲: جناب غلام حسین دھاندلا۔ ۳: جناب کریم بخش اعوان۔ ۴: صاحبزادہ محمد نذیر سلطان۔ ۵: میر غلام حیدر بھروانہ۔ ۶: میاں محمد ابراہیم برق۔ ۷: صاحبزادہ صفی اللہ۔ ۸: صاحبزادہ نعمت اللہ خان شنواری۔ ۹: ملک جہانگیر خان۔ ۱۰: جناب عبدالسبحان خان۔ ۱۱: جناب اکبر خان مہمند۔ ۱۲: میجر جنرل جمالدار۔ ۱۳: حاجی صالح خان۔ ۱۴: جناب عبدالملک خان۔ ۱۵: خواجہ جمال محمد کوریجہ۔

۲:...... یہ سرکاری متن کا ترجمہ ہے:

نفاذ کے بعد خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

ب:......مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے:

تشریح:......کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی شق (۳) کی تصریحات کے مطابق محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے، وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

ج:......متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں منتخب قانونی اور ضابطہ کی ترمیمات کی جائیں۔

د:......پاکستان کے تمام شہریون، خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں کے جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔

اوران سفارشات کی اساس پر ذیل کا بل پیش ہوا۔

ہرگاہ یہ قرینِ مصلحت ہے کہ بعد ازیں درج اغراض کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔

لہذا بذریعہ ہذا حسبِ ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے:

۱-مختصر عنوان اور آغاز نفاذ:

(۱)......یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔

(۲)......یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۳-آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم:

اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے آئین میں، جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا' دفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین اور "قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں)" درج کئے جائیں گے۔

۲-آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم:

آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں شق (۲) کے بعد حسبِ ذیل نئی شق درج کی جائے گی۔

یعنی: "(۳) جو شخص محمد ﷺ، جو آخری نبی ہیں کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔"

بیان اغراض ووجوہ

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے' اس بل کا مقصد اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

عبدالحفیظ پیرزادہ
وزیر انچارج

''حدیث نبوی میں تصویر سازی پر جو وعید شدید آئی ہے وہ ہر جاندار کی تصویر میں جاری ہے اور تمام امت جاندار اشیاء کی تصاویر کی حرمت پر متفق ہے۔ لیکن خدا غارت کرے اس مغربی تجدد کو! کہ اس نے ایک متفقہ حرام کو حلال ثابت کرنا شروع کر دیا۔''

(بصائر وعبر۔ شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ)

☆......☆......☆......

''نہ صرف ہمارے اکابر بلکہ تمام فقہائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ فوٹو حرام ہے۔ البتہ پاسپورٹ وغیرہ ضروریات کے لئے نصف چھوٹے فوٹو کو اس سے مستثنیٰ کرنا ہوگا۔ اس کا باران لوگوں کے ذمہ ہے، جن کی طرف سے یہ مجبوریاں عائد کی گئی ہیں۔''

(بصائر وعبر، شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ)

☆......☆......☆......

''ایک مسلمان حکمران کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ خود صالح، متقی اور خداترس ہو اور کتاب وسنت کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق تمام معاشرے کی اصلاح کر کے انہیں صالح اور خداترس بنائے۔''

(بصائر وعبر، ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ)